بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصلي على رسوله الكريم

كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر

به تقریب جلسۂ سالانہ ۱۹۳۲ء

رسالہ جامعہ احمدیہ

زیر نگرانی سید محمد اسحاق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ

ایڈیٹر:- محمد سلیم مولوی فاضل "جامعہ"

فہرست مضامین رسالہ جامعہ احمدیہ قادیان دار الامان

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحات
۱	مناقب خلفائے راشدین	ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۱ تا ۳
۲	رباعی	حسن رہتاسی	۳
۳	افضل الرسل	شیخ عبد القادر صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۴ تا ۶
۴	نبی کامل	ماخوذ	۶
۵	ناسخ و منسوخ	مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۷ تا ۹
۶	عربی جواہر ریزے	احمد عبد اللہ حیدرآبادی متعلم سیکنڈ ائر جامعہ احمدیہ	۹
۷	مسیح محمدی	(ملک) عبد الرحمن صاحب خادم گجراتی بی۔اے لاہور	۱۰ تا ۱۳
۸	خصوصیات حضرت مسیح موعود	مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۱۴ تا ۱۷
۹	خصائص اسلام	مولانا محمد سلیم صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۱۸ تا ۲۳
۱۰	قرآن مجید میں لفظ ذنب کا استعمال	امام الدین سیکنڈ ائر جامعہ احمدیہ	۲۴ تا ۲۶
۱۱	جہاد	مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۲۶ تا ۲۷
۱۲	نصیحت صادق	عالیجناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب مبلغ انگلستان و امریکہ	۲۸ تا ۳۲
۱۳	ثبوت قیامت	چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل "جامعہ"	۳۳ تا ۳۵
۱۴	پیوند	حضرت میر محمد اسمعیل صاحب سول سرجن رہتک	۳۵
۱۵	اسلام اور تلوار	مولوی غلام حسین صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۳۶ تا ۳۸
۱۶	ملائکہ کے وجود کا ثبوت	اعجاز احمد جماعت ششم مدرسہ احمدیہ	۳۹
۱۷	حکمت اعمال	چوہدری محمد اعظم صاحب بوتالوی سیکنڈ ائر جامعہ احمدیہ	۴۰
۱۸	پیشگوئیوں میں مخفی شرائط کا ثبوت	عالیجناب مولانا تاج الدین صاحب فاضل لائلپوری	۴۱ تا ۴۳
۱۹	نوجوانانِ احمدیت سے خطاب	ماخوذ	۴۳
۲۰	مذہب کی ضرورت	عالیجناب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحب سول سرجن رہتک	۴۴ تا ۴۶
۲۱	اسلام	ماخوذ	۴۶
۲۲	احادیث دجال پر ایک محقق کا تبصرہ	عبد المجید فسٹ ائر جامعہ احمدیہ	۴۷ تا ۵۱
۲۳	آئینہ قرآن	شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل "جامعہ"	۵۲ تا ۵۴
۲۴	مہدی خونی کے منتظرین سے ۲ سوال	حضرت "وہ" کے قلم سے	۵۵
۲۵	پیرا[...] خطاب ہفت ہزاری (عطیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)		۵۶

عربی حصہ

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحات
۲۶	[...]ة من سيرة الأبدال	(ماخوذ)	
۲۷	التوديع	للسيد حمدي افندي	۶۱ تا ۶۸
۲۸	القصيدة	لمولانا جلال الدين صاحب شمس	۶۹ تا ۷۰
۲۹	الأفكار	للسيد ابي الحسن القد[...]	۷۱ تا ۷۲
۳۰	[illegible]		[illegible]

جو تبلیغی و سیاسی لیکچر دیتا ہوا اور کھیلوں کے مقابلہ میں شاندار کامیابی حاصل کرتا ہوا
پندرہ روز کے دورہ کے بعد واپس قادیان پہنچا ۔

شذرات

(۱) الحمدللہ والمنۃ رسالہ "جامعہ احمدیہ" جو بعض غیر معمولی مشکلات کے باعث اس وقت تک معرض التواء
میں تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی پوری شان کیساتھ آج ہدیۂ احباب ہے۔

(۲) موجودہ نمبر کی اشاعت کیلئے "جامعہ احمدیہ" کی مینیجنگ کمیٹی کو جن مشکلات میں سے گزرنا پڑا۔ ان سے
مخلصی بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ "جامعہ احمدیہ" کے تبلیغی وفد کی واپسی پر جناب سید محمد اسحٰق صاحب پروفیسر
"جامعہ احمدیہ" نے ارشاد فرمایا کہ جلسہ سالانہ پر "جامعہ احمدیہ" شائع کیا جائے۔ قلتِ وقت اور بے سروسامانی
کے باوجود ہم نے اس کام کو ہاتھ میں لے لیا۔ ہماری کمیٹی کے جملہ ممبران خاکسار محمد سلیم (مولوی فاضل "جامعہ")
شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل "جامعہ" شیخ عبدالقادر صاحب مولوی فاضل "جامعہ" ملک محمد عبداللہ صاحب
مولوی فاضل "جامعہ" اور مولوی محمد شریف صاحب مولوی فاضل "جامعہ" کی شبانہ روز مساعی جمیلہ خدا کے فضل
سے بار آور ہوئیں۔ اور صرف بارہ یوم کے قلیل عرصہ میں ہمارا مجلہ ظاہری و معنوی محاسن کا مرقع بن کر
قدردان اصحاب کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔

(۳) "جامعہ احمدیہ" کیلئے ہمیں مضامین بھی موصول ہوئے اور "مہملات" بھی۔ ہم حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق
صاحب بالقابہ و حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن رہتک کے بیحد ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے باوجود
قلتِ وقت کے اپنی "جامعہ نوازی" کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ بصورت دیگر ایڈیٹر اپنی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر
مجبور ہوتا ہے کہ اپنے کرمفرماؤں کے "رشحات قلم" کو بطور "تبرک" الماری میں محفوظ کر دے اسی سلسلہ میں بعض
"حضرات" "خوش کن عناوین" کے ماتحت نظم و نثر میں طبع آزما ہوتے ہیں۔ اور جب مدیر بعض ضروری تصرفات عمل
میں لا کر ان کے مضامین شائع کر دیتا ہے۔ تو مضمون نگار نعل در آتش ہو جاتے ہیں۔ کہ کیوں ایڈیٹر نے
ان کے "عرق ریزی" اور "جانفشانی" سے تیار کردہ مضمون کی فرسودگی کو زائل کر دیا۔
ان ہر دو صورتوں میں مدیر کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ اگر ایسے مضامین اس کی نظر انتخاب میں جچ
جائیں۔ تو اسے قارئین کرام کی نکتہ چینیوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اور اگر وہ ان سے ردّی کی رونق بڑھاتا ہے
تو "نازک مزاج مضمون نگاروں" پہ نزع کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اور انکی فلک بوس آہیں "ایڈیٹر" کی زندگی
تلخ کر دیتی ہیں۔
ہم ایسے جرنلسٹوں کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ "جامعہ" آپ کی "عنایتوں" کا متحمل نہیں ہو سکتا۔
آپ اپنی نوازشات کے لئے کوئی اور محل تلاش کریں۔

(۴) طلباء درجہ ثالثہ و رابعہ "جامعہ احمدیہ" نے اپنے ایک اجلاس میں یہ رائے پاس کی ہے۔ کہ تمام متخصصین "جامعہ احمدیہ" اپنے نام کے ساتھ "مولوی فاضل" کے بعد لفظ "جامعہ" کا اضافہ کیا کریں۔ یاد رہے۔ کہ وہ تمام احباب "جامعہ احمدیہ" کے متخصصین ہیں۔ جو "مدرسہ احمدیہ" یا "جامعہ احمدیہ" میں مولوی فاضل کلاس کے فارغ التحصیل ہیں خواہ وہ پاس شدہ ہوں یا فیل شدہ یا کسی اور وجہ سے وہ اپنی تعلیم کو مکمل نہ کر سکے ہوں

دوسری تجویز یہ پاس ہوئی ہے۔ کہ جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۳۲ء پر جملہ متخصصین "جامعہ" کو منظم کیا جائے اور ان کے اسماء کی ایک باقاعدہ فہرست مرتب کرکے "جامعہ" میں محفوظ رکھی جائے۔ احباب کو چاہیئے کہ "جامعہ" کے دفتر میں تشریف لاکر اپنے نام بمعہ مکمل پتوں کے نوٹ کرا دیں۔

جامعہ کی پاس کردہ تیسری تجویز یہ ہے کہ ہر سال "جامعہ احمدیہ" کا ایک ہفتہ منایا جائے جس میں تمام ہندوستان کے عربی مدارس کے طلباء اور کارکنوں کو قادیان آنے کیلئے دعوت دیجائے۔ دن کے وقت ٹورنامنٹ کا انتظام کیا جائے جس میں صرف عربی درسگاہوں کی ٹیمیں میچ کھیلیں اس طرح عربی درسگاہوں کا رشتہ اتحاد محکم اور استوار ہو جائیگا۔ اور ضرورت کے وقت منظم اور مؤثر کارروائی ہو سکیگی۔ اور رات کے وقت مختلف علمی و ادبی مشاغل کا انتظام ہو۔ مثلاً پہلے دن رات کے وقت ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں مثلاً عربی زبان کو ترقی دینے کے ذرائع پر غور کیا جائے۔ دوسری رات "اتحاد مدارس عربیہ" کی بزم کا انعقاد ہو۔ تیسرے رات "مجلس مناظرہ" قائم کی جائے۔ اور اسمیں انعامات رکھے جائیں۔ چوتھی رات کسی بڑے آدمی کے لیکچر کا انتظام کیا جائے۔ پانچویں رات "بزم مشاعرہ" ہو۔ چھٹی رات ڈنر کا انتظام ہو اس طرح عربی درسگاہوں میں ایک زندگی پیدا ہو سکتی ہے۔ "جامعہ" اپنے تمام فرزندوں سے تعاون باہمی اور اتحاد کامل کے لئے پرزور اپیل کرتا ہے۔

(۵) وفد "جامعہ احمدیہ" کے تبلیغی و تعلیمی دورہ کے اصل محرک مولوی ظہور الحسن صاحب مولوی فاضل فورتھ ایر "جامعہ احمدیہ" ہیں۔ اولاً وفد کی اجمالی سکیم جامعہ کی کونسل میں پیش کی گئی۔ کونسل کی منظوری کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی گئی۔ تو حضور نے ہماری اس تجویز پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے زریں ہدایات دیکر ہمیں سرفراز فرمایا۔

ناظر صاحب تعلیم و تربیت و ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ قادیان نے جہاں اپنے قیمتی مشوروں سے مجوزین کو مستفید فرمایا۔ وہاں معقول مالی امداد سے بھی قابل قدر اعانت فرمائی۔ ہم ان کے بیحد ممنون ہیں۔ اور وہ ہمارے بیش از بیش شکریہ کے مستحق۔

۲۶ نومبر ۱۹۳۲ء صبح کی ٹرین سے وفد نے روانہ ہونا تھا۔ جامعہ احمدیہ کے تمام اساتذہ کرام بمعہ

حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اور قادیان کے دیگر معززین بغرض مشایعت پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ روانگی سے قبل زیر قیادت جناب پرنسپل صاحب "جامعہ احمدیہ" وفد کی کامرانی و واپسی کیلئے خدائے قدوس کے حضور دعا کی گئی۔ اور آخرکار ہمارا یہ وفد جو انتیس ۲۹ افراد پر مشتمل تھا۔ بسرکردگی جناب مولانا ارجمند خاں صاحب امیر الوفد و پروفیسر "جامعہ احمدیہ" و مولانا علی محمدؐ صاحب اجمیری نائب امیر و پروفیسر "جامعہ احمدیہ" "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں میں قادیان سے روانہ ہوگیا۔

وفد کے سبز عمامے عجیب دلکشی کا موجب تھے۔ جس سٹیشن پر ہماری گاڑی ٹھہرتی جاتی۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ہمارے کمپارٹمنٹ کے سامنے جمع ہو جاتے۔ اور خود بخود دریافت کرتے۔ آپ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں۔ کہاں کا ارادہ ہے اس سفر کا مقصد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اس طرح ارکان وفد کو تبلیغ احمدیت و اسلام کا خوب موقعہ مل جاتا تھا جس جگہ ٹھہرنا ہوتا وہاں کی احمدیہ جماعت کو پہلے سے اطلاع دیدی جاتی تھی۔ چنانچہ ایسے سٹیشنوں پر شہر کے تمام احمدی احباب استقبال کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ جالندھر۔ پھلور۔ لدھیانہ۔ انبالہ۔ دہلی۔ علی گڑھ۔ میرٹھ۔ دیو بند۔ سہارنپور۔ امرتسر کی احمدیہ جماعتوں نے جس محبت اور دلچسپی سے ہمارا پر تپاک خیر مقدم کیا اس کے لئے ہم تہ دل سے ان کے مشکور ہیں۔

احمدی احباب نے جس تندہی اور طیب خاطر سے ہماری جملہ ضروریات کو پورا کیا وہ شاندار اخوت اسلامی کے بغیر ممکن نہیں۔ اللّٰھم زد فزد

ہر شہر میں جہاں وفد قیام پذیر ہوتا۔ دن کے وقت مختلف کالجوں سکولوں کی ٹیموں اور سٹینڈرڈ کلبوں سے متعدد میچ کھیلے جاتے۔ اور بذریعہ پوسٹر اعلان کردیا جاتا۔ کہ رات کے وقت پبلک جلسہ ہوگا جس میں ارکان وفد مذہبی۔ سیاسی لیکچر دینگے۔ دن کے وقت ہمارا کھیلنا اور رات کو علمی تقاریر کرنا گویا "یک کرشمہ دو کار" اہل شہر کے لئے ایک محیر العقول پروگرام تھا۔

عربی درسگاہ کے طلباء کا کامیاب میچوں میں حصہ لینا ایسا نہ تھا جو ناظرین کے قلوب پر گہرا اثر کئے بغیر رہتا۔ اس لئے نہ آنے والے لوگ بھی ہمارے جلسوں میں خنداں و فرحاں شریک ہوتے تھے۔ اور اس طرح ہمارے ہر اجلاس میں معقول رونق اور چہل پہل نظر آنے لگتی تھی۔

مختلف بڑے بڑے شہروں میں مشہور تاریخی مقامات اور درسگاہوں کو بھی دیکھا گیا۔ اسی طرح ذی اثر عمائد ملک و ملت اور اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملکر ملک کی مذہبی اور سیاسی فضاء کے تکدر کو دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ سلسلہ لدھیانہ سے شروع ہوا۔ دار البیعت (جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے بارشاد الٰہی بیعت کا افتتاح فرمایا تھا) کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس بابرکت مقام پر تضرع اور عاجزی سے

ساتھ اسلام واحمدیت کی ترقی کیلئے دعائیں کی گئیں۔

ڈاکٹر براؤن کے بے نظیر میڈیکل کالج کو بھی دیکھا۔ دل چاہتا ہے کہ اس کالج کے تمام کوائف کو جو بیحد دلچسپ، سبق آموز اور قابل قدر ہیں۔ لکھوں۔ مگر عدم گنجائش تفصیل سے مانع ہے۔

دہلی میں شاہی مسجد۔ لال قلعہ۔ موتی مسجد۔ مقبرہ ہمایوں۔ قلعہ کورد پانڈو۔ اسمبلی ہال۔ خونی دروازہ مقبرہ شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء، مزار مبارک شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، قطب صاحب تاریخی یادگاروں کی جی بھر کے سیر کی عظیم الشان محلات، شاہانہ عمارتیں آج بھی شاہانِ سلف کی سطوت دجبروت کا پتہ دیتی ہیں۔ اور گردش فلک کے برباد کنندوں کی محو شدہ داستان کی عملی تصویر ہیں۔ "کم ترکوا من جنت وعیون کانوا فیھا فٰکھین" اے خدا! ہماری پستی پر رحم کھا۔ اور اپنی بے پایاں رحمت سے تقویم پارینہ کیلئے سامان مہیا فرما۔ دہلی میں بہت سی درسگاہوں کو دیکھا گیا۔ طوالت کے خوف سے صرف دو کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

"جامعہ ملیہ" کے پرنسپل سید ذاکر حسین صاحب نہایت شریف با اخلاق اور مخلص نوجوان ہیں۔ آپنے بنفس نفیس ہمیں اپنا کالج دکھایا۔ بچوں کیلئے بیحد مفید اور دلچسپ جدید طریقہ ہائے تعلیم سٹاف کی قابلیت اور جانفشانی کا بین ثبوت ہیں۔ بچوں کا اپنا بنک ہے۔ جس میں ان کا روپیہ جمع ہو کر تجارت پر لگایا جاتا اور منافع حصہ رسدی تمام ممبروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ بنک کا سارا انتظام خود بچوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ ان کی جودت ذہنی اور خوش سلیقگی کا بہترین ثبوت ہے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ڈرائنگ، زراعت، صنعت وغیرہ کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ کالج کی اعلیٰ کلاسوں میں بھی بدستور تدریجی ترقی کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔ دستکاری کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

ریفارمیٹری (اصلاحی سکول) سکول دہلی میں گورنمنٹ کی طرف سے قائم ہے۔ جسمیں فرنٹیئر پنجاب اور دیگر بعض علاقہ جات کے نابالغ قیدیوں کو بغرض اصلاح داخل کیا جاتا ہے۔ اس سکول کے سپرنٹنڈنٹ آج کل "Mr. Balsman" ہیں جنکی نگرانی میں اس سکول کا انتظام بہت ہی قابل تعریف ہے۔ قریباً ایک سو سے زائد لڑکے اسوقت اسمیں ہیں جنہیں مختلف پیشے مثلاً لوہار، ترکھان، جوتے بنانا اور خیاطی وغیرہ سکھانے کے علاوہ مڈل تک تعلیم بھی دیجاتی ہے۔ تربیت کیلئے بہترین قواعد مرتب کئے گئے ہیں۔ ہمارے ایک احمدی چوہدری محمد تقی صاحب بھی اس سکول میں ملازم ہیں۔ جو تندہی کے ساتھ اپنے فرائض کو بجالاتے ہیں۔

وفد نے قریباً ڈیڑھ ہزار میل سفر کیا تخمیناً اسی ہزار افراد کو پیغام حق پہنچایا۔ فٹ بال، سدالی بال، ہاکی کے اٹھارہ میچوں میں سے بارہ میں فتح۔ اور کامیابی کا سہرا ہمارے جامعہ کے سر رہا۔ اور ایک میں برابر

ھُوَالنَّاصِرُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھُوَالنَّاصِرُ

مناقب خلفائے راشدین رضؓ

از احادیث

از ملک محمد عبد اللہ صاحب ہمیٹریالوی مولوی فاضل "جامعہ"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن عبد اللہ ابن مسعودٍ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال لو کنتُ متّخذ اً خلیلاً لاتخذّتُ ابابکرٍ خلیلاً ولکنّہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلاً (رواہ مسلم)

ترجمہ "عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت رسول مقبول صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ اگر میں کوئی دوست بناتا تو وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے تمہارے صاحب (حضرت ابوبکرؓ) کو دوست بنایا ہے۔"

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قال اتت النبیَّ صلّی اللہُ علیہ وسلّم امرأۃٌ فکلّمتہُ فی شیءٍ فامرھا اَنْ ترجع الیہ قالت یارسول اللہ ارأیتَ اِنْ جئتُ ولَمْ اَجدْکَ کانّما تریدُ الموتَ قال فان لَمْ تجدینی فأْتِی ابابکرٍ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلعم کے پاس ایک عورت آئی۔ اور کسی امر میں گفتگو کی۔ آپؐ نے اس کو دوسرے وقت آنے کے متعلق حکم فرمایا۔ عورت نے کہا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا اس سے وہ حضور کی وفات مراد لیتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو مجھ نہ پاوے تو حضرت ابوبکرؓ کے پاس آنا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدّثون فان یکُ فی اُمتی احدٌ فانّہٗ عُمَرُ متفق علیہ

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا۔ کہ بیشک پہلی امتوں میں سے کئی لوگ محدّث ہوئے ہیں۔ پس اگر میری امت میں سے کوئی ہوگا۔ تو عمر ضرور ہوگا۔

عن ابن عمر قال سمعتُ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یقول بینما انا نائمٌ اُتیتُ بقدحِ لبنٍ فشربتُ حتّٰی لاَرٰی الرّیَّ یخرج فی اَظفاری ثمّ اعطیتُ فضلی عُمر بنَ الخطّابِ قالوا فما اوّلتہٗ یا رسولَ اللہِ قال العلمَ متفق علیہ

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس وقت کہ میں سو رہا تھا۔ مجھے ایک دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے اس کو پیا۔ یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے نمودار ہوئی۔ پھر بقیہ حصہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیدیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ حضور نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

عن عبدالرحمٰن بن سَمُرۃ قال جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفِ دینارٍ فی کُمّہٖ حین جھّز جیش العُسرۃ فنثرھا فی حَجْرہٖ فرأیت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یقلّبھا فی حجرہٖ ویقول ما ضرّ عثمانَ ما عَمِلَ بعد الیوم مرّتین رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ عبدالرحمٰن بن سمرۃ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول مقبول صلعم نے لشکر تبوک کو تیار کیا۔ تو حضرت عثمانؓ اپنی آستین میں ایک ہزار دینار لائے۔ اور ان کو رسول مقبول صلعم کی گود میں بکھیر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو دیکھا۔ کہ آپ ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ حضرت عثمان کو آج کے بعد کوئی عمل ضرر نہ دیگا۔ حضورؐ نے یہ دو بار فرمایا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کی یہ نیکی خدا کے ہاں اتنی مقبول ہوئی ہے۔ کہ اب وفات تک آپ کو خدمت اسلام بجالانے کے لئے موقعہ ملتا رہیگا۔ اور خدمت اسلام سے کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عن انسٍ انّ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم صعد اُحُداً وابوبکرٍ وعُمرُ وعثمانُ فرجف بھم فضربہ برجلہٖ فقال اُثبت اُحُدُ فانّما علیک نبیٌّ و صدّیقٌ وشہیدان (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کوہ احد پر چڑھے تو احد میں ایک جنبش محسوس ہوئی۔ پس حضور صلعم نے اسپر اپنا پاؤں

مارا اور فرمایا۔ اے اُحد قائم رہ سوائے اس کے نہیں کہ تجھ پر ایک نبیؐ۔ ایک صدیق رضؓ اور دو شہید ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

عن اُمّ عطیۃ قالت بعث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم جیشاً فیھم علیؓ قالت فسمعتُ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھو رافعٌ یدیہ یقول اللّٰھم لا تُمِتنِی حتّٰی تُرِیَنِی علیّا" (رواہ الترمذی)

ترجمہ :۔ ام عطیہ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبولؐ نے ایک لشکر بھیجا۔ جس میں حضرت علیؓ بھی تھے پس میں نے سنا۔ کہ رسول مقبولؐ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا فرما رہے تھے۔

"یا الٰہی مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا۔ یہاں تک کہ میں علی رضؓ کو دیکھ لوں"۔

عن اُمّ سلمۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یحبّ علیّاً منافقٌ وّلا یبغضہ مومنٌ رواہ احمد والترمذی وعنھا قالت قال رسول اللّٰہ من سبّ علیّاً فقد سبّنی (رواہ احمد)

ترجمہ :۔ حضرت ام سلمہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا۔ کہ کوئی منافق حضرت علیؓ سے دوستی نہیں رکھتا۔ اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔

اور انہیں سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلعم نے فرمایا۔ جس نے حضرت علی رضؓ کو برا کہا اُس نے مجھے برا کہا"۔

مذکورہ بالا تمام احادیث شریفہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر ابن الخطاب رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر چہار خلفائے راشدین ہیں۔ اور آپ کی جو فضیلت رسول مقبول صلعم نے بیان فرمائی ہے۔ اسپر کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ

رباعی

جو حسن رہتاسی نے جلسہ تبلیغی وفد جامعہ احمدیہ منعقدہ مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھی۔

بحمد اللہ بخیریت ہمارے نوجواں آئے
ادا کرکے فرائض پھر سوئے دار الاماں آئے
کہیں فٹ بال کھیلے اور کہیں والی بال کھیلی
زیادہ جیتے کم ہارے جب آئے کامراں آئے

افضل الرسل

از شیخ عبد القادر صاحب مولوی فاضل "جامعہ"

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

جملہ مذاہب عالم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے دنیا میں آنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی زندگیاں مختلف شعبہ ہائے حیات انسانیہ کیلئے مشعل ہدایت کا کام دیں۔ اگر ایک طرف خالق اور مالک سے ملنے کیلئے ان کا نمونہ ہماری رہبری کرے۔ تو دوسری طرف بنی نوع انسانی کے باہمی تعلقات میں وہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دیں اور یہ بات واضح ہے کہ جس ریفارمر ہادی اور رہنما کو جملہ حالات انسانی کے مراحل طے کرنے کا موقعہ ملا ہو۔ اور اس نے ہر مرحلہ کو طے کرتے وقت قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہو وہ بہر حال دوسروں سے جن کو صرف چند اخلاق دکھانے کا موقعہ ملا ہو۔ بہتر اور افضل ہوگا۔

اہل اسلام کا خوش اعتقادی کے ماتحت نہیں۔ بلکہ قرآن کریم احادیث صحیحہ اور واقعات کی بناء پر یہ دعوےٰ ہے۔ کہ سوائے ہمارے رسول پاک حضرت خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین کے اور کسی مقتدا اور پیشوا کو یہ موقعہ نہیں ملا۔ کہ اس پر حالات کثیرہ وارد ہوئے ہوں۔ اور ہر حالت میں اس نے بےنظیر نمونہ دکھایا ہو عیسائی حضرات کا دعوےٰ ہے۔ کہ ہمارے مسیح نہ صرف کامل انسان بلکہ ابن اللہ بھی تھے۔ اس لئے اول تو ایک مسیحی عمدہ اخلاق نہ دکھلانے کیلئے اپنے مخصوص حالات کی بنا پر یہ عذر کر سکتا ہے۔ کہ ہمارے ہادی چونکہ علاوہ انسان ہونے کے ابن اللہ بھی تھے۔ لہذا ہم انسانوں کا ان کے نمونہ پر چلنا دشوار ہے۔

دوم حضرت مسیح کی زندگی پر حالات کثیرہ وارد نہیں ہوئے۔ مثلاً امرا۔ بادشاہوں اور شادی شدگان کیلئے آپ کے حالات ہرگز کوئی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ بے شک آپ نے اپنے بھائی کا قصور معاف کرنے اور درگذر کرنے کا حکم دیا۔ لیکن صاحب اقتدار نہ ہونے کی وجہ سے عملی طور پر اس سبق کو پیش نہ کر سکے۔ حضرت سلیمانؑ بے شک خدا تعالےٰ کے برگزیدہ اور مقرب نبی تھے۔ لیکن اگر کوئی ماتحت

اپنے افسر کی اطاعت کے لئے یا کوئی مفلس اپنی مشکلات سے لبریز اور پرکٹھن گھڑیوں کو گذارنے کے لئے آپ کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہے تو آپ کے سوانح زندگی ہرگز اسے جادہ مستقیم پر نہیں چلا سکتے۔

حضرت رام چندر کو لنکا فتح کر کے دشمنوں پر احسان کرنے کا موقعہ ملا۔ لیکن آپ نے اس مفتوح اور مغلوب قوم کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ کسی سے مخفی نہیں (یعنی جلا دیا)

ویدک دھرم کے حامی ہمیشہ اپنے رشیوں کو افضل الناس کہا کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی طالب ہدایت ان کے حالات سے روشنی حاصل کرنا چاہے۔ تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آریہ لوگ ان کے والدین۔ جائے سکونت اور اعزا و اقارب کا پتہ بھی نہیں بتا سکتے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام نے بیشک اپنے مخالفین پر غلبہ حاصل کر کے معاف کیا۔ لیکن کن کو اپنے بھائیوں کو۔ اور پھر والدین کی موجودگی میں جبکہ ان کو تکلیف دینے سے یقیناً والدین کو رنج پہنچتا۔ بہت ممکن تھا۔ کہ اگر حضرت رامچندر کی طرح ان کے دشمن بھی اعزا و اقارب میں سے نہ ہوتے۔ تو حضرت یوسف ان سے سخت انتقام لیتے۔ لیکن رسول پاک صلعم نے اپنے خطرناک اور خون کے پیاسے دشمنوں کو اس وقت لا تثریب علیکم الیوم کہا۔ جبکہ وہ بالکل بے کس اور مغلوبانہ حالت میں تھے۔ اور جبکہ ان کے سر قلم کرنے کے لئے صرف حضور کا ایک معمولی اشارہ کافی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو لاریب دیگر انبیاء کی نسبت زیادہ حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن آپ کو بھی بچپن سے ہی فرعون کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے غریب اور مسکنت کی تکلیف دہ لمحوں میں سے نہیں گذرنا پڑا۔

اسی طرح سرور کائنات صلعم کی طرح آپ کی اپنی قوم اور مخالفین سب دشمن نہیں ہوئے۔ بلکہ قرآن کریم کے الفاظ "وھم الوف" اور توریت میں سات لاکھ کی تعداد سے ثابت ہے کہ اور نہیں۔ تو آپ کی کم از کم آپکی اپنی قوم جو کہ لاکھوں کی تعداد میں تھی آپ کے ساتھ تھی۔

غرض انبیاء سابقین کے حالات اور آپ کے حالات میں ایک نمایاں اور بین فرق تو یہی ہے۔ کہ آپ کو اس قدر کٹھن حالات میں سے گذرنا پڑا ہے۔ جس کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔

بعض پیدائش سے لیکر یوم وصال تک برسر اقتدار رہے۔ بعض کو بچپن سے ہی مشکلات اور مصائب کا سامنا رہا۔ اور اخیر عمر تک آسائش کی زندگی گذارنے کا موقعہ نہ ملا۔ بعض کو اکیلے اور تن تنہا تمام دنیا کا

مقابلہ نہیں کرنا پڑا - بلکہ ان کی قوم نے ہر وقت ان کا ساتھ دیا بعض کو دشمنوں پر کامیابی اور کامرانی حاصل ہوئی - لیکن انہوں نے ان کو سزا دیکر انسانی جذبۂ انتقام کو پورا کیا -

مگر صرف ہمارے رسول پاک صلعم ہی ایک ایسے ہادی اور کامل رہنما گذرے ہیں جن کو ہر قسم کے حالات انسانی میں سے گذرنا پڑا - اور جنہوں نے ہر موقعہ پر عدیم المثال نمونہ پیش کیا - آپ کو ماتحتی وافسری تجرد و تاہل - سفر و حضر - مسکنت و مملکت - بے اولاد اور صاحب اولاد ہونا وغیرہ جملہ حالات انسانی کی منازل کو طے کرنا پڑا - لیکن ہر موقعہ اور ہر حالت میں آپ نے وہ بے مثال اور عدیم النظیر اسوہ قائم کیا کہ تاریخ ادیان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے -

دوم :- آپ کی پیش کردہ تعلیم آسان عالمگیر مدلل اور مکمل ہونے کے لحاظ سے اپنے اندر ایک ایسی خصوصیت رکھتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں - گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں یا تو مشکل اور ناقابل عمل سلیم ہے - یا بلا دلیل جبراً منوائی جاتی تھی یا کسی خاص ملک یا قوم سے مختص ہے - حالانکہ جو تعلیم مختلف طبائع اور مختلف طاقتوں کا لحاظ نہیں رکھتی - اس کا لانے والا ہرگز اس تعلیم کے لانے والے سے افضل نہیں ہوسکتا - جو ہر طبیعت اور ہر ملک کا لحاظ رکھتی اور قابل عمل ہو -

ان وجوہات کی بنا پر ہم آنحضرت صلعم کو افضل الرسل اور جامع جمیع کمالات انبیاء مانتے ہیں

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نبی کامل صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ناسخ و منسوخ

از

مولوی جلال الدین صاحب مولویفاضل "جامعہ"

نسخ کی دو قسمیں ہیں۔
نسخ فی الاخبار اور نسخ فی الاحکام۔

نسخ اخباری فرقان حمید میں اس لئے جائز نہیں کہ خدا تعالےٰ کی صفت علیم پر حرف آتا ہے۔ کیونکہ نسخ فی الاخبار کا یہ مطلب ہے کہ ایک جگہ اللہ تعالےٰ کچھ خبر دے اور دوسری جگہ کچھ اور مثلاً ایک جگہ کہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھے۔ اور دوسری جگہ کہے کہ نہیں۔ وہ بنی اسمٰعیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یا ایک جگہ کہے کہ رسول کریم صلعم تمام دنیا کی طرف رسول ہیں۔ اور دوسری جگہ کہے کہ نہیں وہ صرف عرب کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تو اس طرح خدا تعالےٰ "علیم کل" نہیں رہتا کبھی کچھ کہدیا کبھی کچھ۔ کبھی واقعہ کے موافق کہدیا کبھی مخالف۔ بحالیکہ تمام فرقے اس کو "علیم کل" تسلیم کرتے ہیں۔ پس اگر فرقانی اخبار میں نسخ تسلیم کیا جائے۔ تو خدا تعالےٰ "علیم کل" نہ مانا جائیگا۔

نسخ فی الاحکام کی دو قسمیں ہیں۔ نسخ لغوی[1] اور نسخ اصطلاحی[2]۔ نسخ لغوی یہ ہے۔ کہ ایک مطلب کو دوسرے کیساتھ بدل دیا جائے "ازالہ چیزے بچیزے" اور یہ نسخ فرقان حمید میں پایا جاتا ہے۔ اور یہہ ہماری نسبت سے ہے۔ ورنہ درحقیقت فرقان میں کوئی نسخ نہیں ہوتا۔ مثلاً اِنَّآ اعطیناکَ الکوثر کے معنی ایک وقت میں ہم یہہ سمجھتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلعم کو آخرت میں کوثر ملیگا اور حوض پر کھڑے ہو کر آپؐ تقسیم فرمائیں گے۔ پھر دوسرے وقت میں ہمیں یہہ معنی سمجھ آئے کہ اس سے مراد نبی کریم صلعم کی امت کے افراد کی بمقابلہ دوسرے انبیاء کے کثرت ہے۔ پھر تیسرے وقت میں ہمیں یہہ معنی معلوم ہوئے کہ انا اعطیناک الکوثر کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم تجھے خیر کثیر دینگے اور خیر کثیر کے مصداق من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ پس یہہ نسخ لغوی قرآن میں لاالی نہایہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کے مطالب کی کوئی حد نہیں۔ اور نئے نئے معنی کھلتے رہتے ہیں۔ مگر

یہ اس وقت ہو گا جب پہلے معنی غلط قرار دیے جائیں - ورنہ نہیں - مگر نسخ اصطلاحی قرآن مجید میں نہیں ہو سکتا - اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں -

اوّل :- خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے - لو کان من عند غیر اللہ لوجد وافیہ اختلافاً کثیراً ط کہ اگر قرآن کریم خدائی کلام نہ ہوتا - تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا - یہ تناقض بیان اور متخالف احکام سے پر ہوتا - پس اگر فرقان مجید میں تناقض اور ناسخ منسوخ آیات تسلیم کی جائیں - تو آیت مذکورہ کے معیار سے یہ کلام الٰہی نہ رہیگا -

دوم :- (الف) کیا خدا تعالےٰ نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ کلام ناسخ ہے اور یہ منسوخ - (ب) یا رسول مقبول صلعم نے کسی آیت کو ناسخ یا منسوخ کہا ہے - اگر دونو صورتوں میں جواب نفی میں ہے - تو جب قرآن کریم کے نازل کرنیوالے اور منزّل علیہ نے کسی آیت کو منسوخ قرار نہیں دیا تو ہم اپنے پاس سے یہ مسئلہ کیوں تراش لیں -

سوم :- یہ قلت تدبّر کیوجہ سے ہوتا ہے - کہ ایک آیت دوسری کے متخالف نظر آتی ہے - اور پھر ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دے لیا جاتا ہے - اور اس امر کی دلیل کہ یہ امر قلت تدبر پر مبنی ہے یہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی رح نے ۱۲۰ آئتیں منسوخ قرار دی ہیں - اور سید ولی اللہ شاہ صاحب محدّث دہلوی نے صرف پانچ آئتوں کو منسوخ کہا - مگر اس لئے نہیں کہ واقعہ میں منسوخ ہیں - بلکہ اس لئے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آئیں جس طرح ۱۲۰ پہلوں کی سمجھ میں نہ آئی تھیں - ورنہ اگر فی الواقعہ وہ منسوخ ہوتیں - تو ان میں تطبیق کس طرح ہو سکتی اور کوئی شخص تطبیق دینے کی کوشش ہی کیسے کرتا - پس اُن کا تطبیق کے لئے کوشش کرنا ہی بتلاتا ہے - کہ نسخ ایک ڈھکوسلا ہے - اور اس کی بناء ناواقفیت پر ہے -

چہارم :- جب قرآن کریم نازل ہوتا تھا - تو ہر ایک آیت کا ایک رنگ میں اعلان ہو جاتا تھا - کیونکہ نبی کریم صلعم بلّغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ کے ماتحت ہر ایک وحی لوگوں تک پہنچا دیتے - اور لوگ اسے یاد کر لیتے - اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے تمام قرآن انہیں حفظ ہو گیا - اگر کوئی آیت منسوخ ہوتی تو اس کا بھی اعلان ہونا چاہیئے تھا - کہ پہلے فلاں آیت پر عمل کرنا لازمی تھا مگر اب منسوخ ہو گئی ہے - لیکن موجودہ قرآن کی کسی آیت کے متعلق بھی نسخ کا کوئی اعلان نہ حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے - اور نہ قرآن سے اس کا ثبوت ملتا ہے - اور نہ ہی تاریخ اور سنت سے پتہ لگتا ہے پس نسخ احکامی نہ ہوا -

پنجم :- اگر نسخ ہوتا تو خدا تعالےٰ خود ہمیں بتلا دیتا کہ یہ آیت منسوخ ہے یہ ناسخ ہے - معمولی بادشاہ کا حکم کوئی شخص منسوخ قرار نہیں دے سکتا - کجا خدا کا حکم منسوخ قرار دیا جا سکے - اور وہ بھی اس بنا پر کہ

یہ ہماری نظر میں فلاں حکم کا مخالف اور ضد ہے اس صورت میں تو قرآن مجید کھیل بن جائیگا - جو آیت سمجھ میں نہ آئی اور دوسری آیت اس کے خلاف نظر آئی ایک پر منسوخ کا فتوے لگا دیا - حالانکہ عقل اندھی ہے جب تک الہام کی روشنی نہ ہو یہ کام نہیں کر سکتی - افسوس کہ لوگوں نے عقل کو الہام پر حاکم بنا لیا - ؎

دین پر عقل کو حاکم نہ بناؤ ہر گز یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

عربی جواہر ریزے

---

۱ - کمینہ طبقہ جب پڑھ لکھ لیتا ہے - تو مغرور ہو جاتا ہے - اگر مالدار ہو جاتا ہے - تو دراز دستی شروع کر دیتا ہے مگر شریف ذی علم ہو کر جھک جاتا ہے - ہاں فلاس کی حالت میں سطوت و شان رکھتا ہے - (حضرت علی رض)

۲ - تمہارے لئے مذہب بھی ضروری ہے - اسی سے تمہاری آخرت وابستہ ہے - مال بھی لازمی ہے کیونکہ اسپر دنیوی حیات موقوف ہے - اور علم بھی ضروری ہے - کیونکہ علم عزت و آبرو کا سبب ہے - (معتمر بن سلیمان)

۳ - آدمی آدمیت بات کی صفائی اور افعال کے خلوص کا نام ہے - (احمد سعد زاغلول)

۴ - میرے ہمنشین کے مجھ پر تین حق ہیں - (۱) اگر وہ میرے پاس آئے تو میں اُس کا لحاظ اور اس کی نگہداشت کروں - (۲) اگر وہ بیٹھے تو اس کے لئے جگہ فراخ کروں - (۳) اگر بات کرے تو متوجہ ہو کر اس کی بات سنوں - (ابن عباس رض)

۵ - جھوٹے کو کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی - حاسد کو کبھی راحت نہیں ملتی بخیل میں کبھی مروت نہیں نہیں ہوتی - تنگدل کبھی وفاداری نہیں کرتا - اور بد اخلاق کو کبھی سرداری نصیب نہیں ہوتی (احنف بن قیس)

۶ - آدمی کی یہی خوبی ہے - کہ وہ بہت مدت تک اپنی برائی چھپا نہیں سکتا - (جبران خلیل جبران)

۷ - زندگی میں فخر کے قابل ہمارے کام ہیں - وہ سرٹیفکیٹ اور ڈگریاں باعث فخر نہیں جو ہمارے پاس ہوں - (سعد زاغلول)

۸ - بے ادب طالب علم اس خشک درخت کی طرح ہے جو بالکل بے برگ و بار ہو - دوراہہ کے بیچ میں کھڑا ہو - آنیوالے کو بھی اُس سے تکلیف ہو - اور جانے والے کا راستہ بھی اس سے رکتا ہو - نہ لوگ اُس کے سایہ میں بیٹھ سکتے ہوں - نہ اس کے ضرر کو دفع کر سکتے ہوں (منفلوطی رح) (احمد عبداللہ حیدرآبادی قادیان)

مسیح محمدی

(ملک) عبد الرحمٰن صاحب خادم بی - اے گجراتی - لاہور

خدا کا پیارا فرستادہ مسیح موعود قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق سرزمین قادیان میں عین وقت پر مبعوث ہوا۔ اس نے تمام دنیا کے باطل مذہبوں کو اسلام کے مقابلہ میں بلایا۔ جو کوئی سامنے آیا منہ کی کھائی۔ اس کے زورِ قلم کو مخالفین نے تسلیم کیا۔ اس کی جادو بیانی نے لاکھوں دلوں کو مسحور کر لیا۔ اس کی باطل شکن صدا نے ضلالت و گمراہی کے قلعے مسمار کر دئے۔ کفر اپنے ساز و سامان کیاتھ زندہ درگور ہو گیا

آہ خدا کا پیارا کتنا ہی پیارا تھا۔ اس کی بات بات میں ایک بات تھی۔ اس کے نقطے نقطے میں راز ہائے معرفت کا ایک خزانہ تھا۔ اس کی تحریر و تقریر روحانیت کے پیاسوں کے لئے آب حیات تھی۔ اس نے لوگوں کو آہنی زنجیروں میں جکڑا۔ اس نے ہمارے مال و جان بیع کر لئے۔ ہم ظلمت و گمراہی کے تاریک تار گڑھے میں گر رہے تھے نہیں بلکہ گرے پڑے تھے۔ اس نے اس نور کے ذریعہ جو اُس نے آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کر کے خدا تعالیٰ سے پایا تھا۔ ہمیں اس گڑھے میں گرنے سے بچایا۔ نہیں اس گڑھے سے صحیح و سالم نکال لایا۔ کیا اس کا یہ احسان نہیں شفقت بلکہ موہبت ہمارے بارِ احسان سے نگوں کاشیوں پر سے نسیاً منسیاً ہو سکتی ہے؟

اللہ اللہ! اس خدا کے برگزیدہ انسان کو اپنی صداقت پر کتنا اعتماد تھا! اس کے دل میں اپنی قوم کے لئے کتنی تڑپ تھی۔ وہ جیتا تھا تو ہماری بہتری کے لئے۔ اور وہ ہماری ہی بہتری کے کاموں میں مصروفیت کی حالت میں ہم سے جدا ہوا۔ اُس نے کہا:۔

بِمُطَّلِعٍ عَلٰی اَسْرَارِ بَالِیْ　　بِعَالِمِ عَیْبَتِیْ فِیْ کُلِّ حَالِیْ
بِوَجْہٍ قَدْ رَأَیٰ اَعْشَارَ قَلْبِیْ　　بِمُسْتَمِعٍ لِصَرْخِیْ فِی اللَّیَالِیْ
لَقَدْ اُرْسِلْتُ مِنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ　　رَحِیْمٍ عِنْدَ طُوْفَانِ الضَّلَالِ

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو میرے دل کے بھید جاننے والا ہے۔ پھر اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو میرے ہر حال میں عیب جانتا ہے۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو میرے دل کے ٹکڑوں کو دیکھتا ہے۔ اور اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو رات کو میری

چیخ و پکار اور دعاؤں کو سنتا ہے۔ کہ میں اسی رحیم اور کریم خدا کی طرف سے اس گمراہی کے زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

پیارے بھائیو! ان الفاظ پر غور کرو۔ اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر سوچو۔ کہ کیا کوئی جھوٹا آدمی خدا کو حاضر ناظر جان کر ایسا کہنے کی جرأت کر سکتا ہے۔

(۲)

خدا تعالےٰ قرآن شریف سورہ جمعہ میں فرماتا ہے۔ کہ یہودی لوگوں کو کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے دوست ہیں اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ "۔ اے یہودیو! اگر تم اپنے آپ کو خدا کا دوست سمجھتے ہو۔ تو اپنے لئے بددعا کرو۔ موت کی تمنا کرو۔ مگر یاد رکھو۔ کہ یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کرینگے۔ کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور خدا ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ برے اعمال کرنے والے ظالم لوگ جو یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم خدا کے دوست ہیں۔ وہ موت کی تمنا نہیں کرتے!

پیارے بھائیو! اس بات کو دل میں رکھ کر خدا کے اس پیارے برگزیدہ کا کلام سنو۔ جو ہماری خوش قسمتی سے ہمارے ہی زمانہ میں مبعوث ہوا۔ وہ اپنے پیارے خدا کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:۔

اے قدیر و خالق ارض و سماء   اے رحیم و مہربان و رہنماء
ایکہ میداری تو بردلہا نظر   ایکہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر   گر تو دیدہ استی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را   شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار   ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من   دشمنم باش و تباہ کن کارِ من

اے قدیر! اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! اے رحیم و مہربان و رہنما خدا! اور اے وہ خدا جو تمام دلوں پر نظر رکھتا ہے۔ اور کچھ بھی نہ ہو۔ تو اس سے بھی دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ... اگر تو یہ دیکھتا ہے کہ میں برائیوں اور گمراہیوں سے بھرا ہوا ہوں۔ اور اے خدا! اگر تیرے نزدیک ... بہت برا آدمی ہوں۔ تو تو اے میرے خدا! میرا دشمن ہو جا۔ اور میرے اس بدکار جسم کے ٹکڑے ...

اور مجھے تباہ کرو کے میرے ان دشمنوں کو خوشی دکھا۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اور ان کی مرادیں پوری کر۔ اور نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے در و دیوار پر میرے گھر بار پر۔ میرے بال بچوں پر آگ برسا۔ اور میرے تمام کام کو تباہ کر کے میرے دشمنوں کو خوش کر دے"۔

بھائیو! خدا کیلئے سوچو! کیسی زبردست بد دعا ہے۔ ایک شخص خدا کے حضور میں کھڑا ہو کر نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہے۔ کہ اے مولا! اگر میں سچا نہیں ہوں۔ اور یہ سب باتیں میں نے اپنے پاس سے بنائی ہیں۔ اور تو نے مجھے نہیں بھیجا۔ تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ نہ صرف مجھ پر بلکہ میری بیوی پر۔ بال بچوں سب پر آگ برسا ایک طرف وہ بد دعا کر رہا ہے۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ شریر اور جھوٹا آدمی اپنے لئے بد دعا نہیں کیا کرتا۔ پھر وہ باوجود ایسی خطرناک اور دل ہلا دینے والی بد دعا کے پھر بھی ہلاک نہیں ہوتا بلکہ دن بدن پھولتا اور پھلتا چلا جاتا ہے۔ اس کی اولاد بڑھتی ہے۔ اس کی جماعت ترقی کرتی ہے۔ اس کی تعلیم تمام دنیا میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور اس کے دشمن کم ہوتے جاتے ہیں۔ اور انکو ذلت اور نکبت کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔

پیارے بھائیو! سوچو غور کرو کہ آخر کیا بات ہے؟ خدا کی قسم! اگر خدا تعالیٰ موجود ہے! اور میرا ایمان ہے کہ وہ موجود ہے تو ایسا کہنے والا شخص کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ہر میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ:۔

(۳)

خدا کا پیارا مسیح موعود عین وقت پر آیا۔ کیونکہ رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ "اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ" (مشکوٰۃ مجتبائی ۴۷۱ حاشیہ) کہ مسیح علیہ السلام کا ظہور بارھویں صدی کے بعد ہوگا ۔

مسیح موعود علیہ السلام عین بارھویں صدی کے بعد آیا۔ اس نے پکار کر کہا ؎

یار و جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
مسیح وقت اب دنیا میں آیا — خدا نے عید کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا — صحابہ کو ملا جب مجھ کو پایا
وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات — معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

وہ اس دنیا میں تقریباً چالیس سال تک پکارتا رہا۔ کہ یاد رکھو جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ اب کوئی آسمان سے نازل نہیں ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ واقعی اس کی موجودگی میں کوئی خونی مہدی نہ آیا۔ کوئی مسیح آسمان سے نازل نہ ہوا۔ آج اس کو ہم سے جدا ہوئے بیس سال سے زیادہ ہو گئے۔ کوئی دعویدار پیدا نہ ہوا۔ اب تو چودھویں

عا یاد رہے کہ "المائتین" کا الف لام عہدی ہے۔ منہ خادم

صدی بھی نصف سے زیادہ گذر گئی - اُس نے تو تیرھویں میں پیدا ہو کر چودھویں کے سر پر ظاہر ہونا تھا - اے سوچنے والو غور کرو! کہ یہ کیا راز ہے - آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن بھی لگا - اونٹنیاں بیکار کی گئیں - اور اُن کی جگہ سفر کے مختلف ذرائع پیدا ہو گئے - طاعون آئی اور اس شدت سے آئی - کہ اس کی نظیر قرونِ سابقہ میں تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے - امتِ محمدیہ کی حالت آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق ناگفتہ بہ ہو گئی - مسلمان نام کے مسلمان رہ گئے - اور قرآن کے فقط الفاظ - علما کی حالت بگڑ گئی - "عُلَمَاءُ ھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ" (مشکوٰۃ کتاب العلم) گویا "ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" کا مکمل نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آگیا - پس ضروریات زمانہ مقتضی تھی کہ آنحضرت صلعم کا موعود اس زمانہ میں مبعوث ہو -

مسیح موعود نے فرمایا :-

"نہ صرف یہ کہ میں زمانے کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے" - (پیغام صلح ص ۳۴)

؎ وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مگر افسوس ان لوگوں پر کہ انہوں نے وہی کیا جو پہلے نبیوں سے کیا تھا - خدا کے اس پیارے پر کفر کے فتوے دیئے اس کی تعلیم پر ٹھٹھا اور تمسخر کیا - اُسے گالیاں دیں - مگر اُس خدا کے پیارے نے یہی فرمایا ؎

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو　　رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں　　نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ　　تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

پھر فرمایا :-

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسےٰ پکارینگے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

پیارے بھائیو! خدا کا وہ برگزیدہ ہم میں آیا - اور اپنا کام کرتا ہوا اپنے مالک حقیقی سے جا ملا - ہم نے اس کی صداقت کے نشان دیکھے - اور اس کی صداقت پر ایمان لائے -

مبارک وہ جو اس نور خداوندی کو قبول کرکے اندھیرے کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہدے - والسلام

خصوصیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

از چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل "جامعہ"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بہت سی ایسی خصوصیات حاصل ہیں۔ جو آپ کو دیگر اولیاء امت محمدیہ سے ممتاز کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

انت منّی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں

نزلت بمنزلۃ من ربی لا یعلمھا احد من الناس وان سرّی اخفی و انئیٰ من اکثر اھل اللہ فضلا عن عامۃ الاناس۔۔۔۔ واطلبوا مثلی ولن تجدوہٗ وان تطلبوا بالنبراس ولا فخر ولکن تحدیث لنعم اللہ

ترجمہ:۔ میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے۔ چہ جائیکہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہوسکے۔۔۔۔ اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو۔ جو میری مانند ہو۔ اور ہرگز نہیں پاؤ گے۔ اگرچہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے رہو۔ اور یہ تحدیث نعمت ہے کوئی فخر نہیں۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹ و ۲۰

پہلی خصوصیّت

آپ نبی اللہ ہیں۔ اور یہ خطاب امت محمدیہ میں صرف آپ کو ہی ملا ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

دوسری خصوصیّت

آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے بروز ہیں۔ اور یہ مقام بھی آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

حضور فرماتے ہیں:۔ "مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور

اور نہ ہی اس میں مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔کیونکہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں۔کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔اور خدا نے میرا نام محمد و احمد رکھا ہے۔اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

تیسری خصوصیت } آپ خاتم الانبیاء والخلفا ہیں۔فرمایا:۔

"وانی علے مقام ختم الولایۃ کما کان سیدی المصطفیٰ علیٰ مقام الختم من النبوۃ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لا ولیّ بعدی الا الذی ھو منی وعلیٰ عھدی"

ترجمہ:۔اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلعم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔میرے بعد کوئی ولی نہیں۔مگر وہ جو مجھ سے متعلق ہوگا ہوگا۔اور میرے عہد پر ہوگا۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵)

چوتھی خصوصیت آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں۔یعنی جس قدر انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے ہیں۔ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے۔سو وہ میں ہوں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹)

پانچویں خصوصیت } آپ ہی وہ مسیح موعود و مہدی معہود ہیں جس کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا:۔

"کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم اور کیف تھلک امۃ انا اولھا والمسیح ابن مریم اخرھا اور جس کی انتظار امت محمدیہ بڑی شدت کے ساتھ کر رہی تھی۔فرمایا:۔"فاعلموا انی انا المسیح الموعود والمھدی المعھود من اللہ الاحق"

ترجمہ:۔جان لو۔کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔(خطبہ الہامیہ صفحہ ۵۵)

چھٹی خصوصیت } آپ کو خدا تعالےٰ نے کل داخلی اور خارجی اختلافات کے لئے حکم و عدل بنا کر بھیجا۔فرمایا:۔"خدا تعالےٰ نے کسی اور کا نام تو حکم نہیں رکھا مسیح موعود کے مقابل پر اپنی بات کو وہ ترجیح دے۔مگر مسیح موعود کا نام حَکَمْ رکھا ہے...... مگر افسوس کہ یہ لوگ یہودیوں کے قدم

پر قدم رکھتے ہیں - اور محض جھوٹ کی حمایت کرتے ہیں - میں تو خدا تعالے کی طرف سے حکم ہو کر آیا ہوں - مگر وہ میرے پر حکم بننا چاہتے ہیں"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

ساتویں خصوصیّت آپ اپنے مثیل یعنی حضرت مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھکر ہیں جیسے کہ آنحضرت صلعم اپنے مثیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تمام شان میں بڑھکر ہیں
فرمایا: "چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں - جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا - اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی - اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی - اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں - تو پھر اس امر میں کیا شک ہے - کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں - جو مجھے دی گئیں - کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

آٹھویں خصوصیّت آپ ہی کے عہد مبارک میں وہ کسوف و خسوف ہوا - جو بموجب حدیث "ان لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان والشمس فی نصف منہ" (دار قطنی) جب سے خلق ارض وسما ہوا تھا - آج تک کسی مدعی رسالت و امامت کے عہد میں مشروط بایں شرائط گہن نہیں ہوا -

نویں خصوصیّت آپ ہی حدیث لوکان الایمان معلقًا بالثریا لنالہٗ رجل من فارس کے مصداق ہیں -
حضرت اقدس نے فرمایا ہے:-

"اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت (وآخرین منھم لما یلحقوا بھم - نازل) کے نزول کے وقت آنحضرت صلعم نے اپنا ہاتھ سلمان فارس کی پشت پر مارا - اور فرمایا - لوکان الایمان معلقًا بالثریا لنالہٗ رجل من فارس" اور یہ میری نسبت پیشگوئی تھی - جیسا کہ خدا تعالے نے براہین احمدیہ میں اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے وہی حدیث بطور وحی میرے پر نازل کی - اور وحی کی رو سے مجھ سے پہلے اس کا کوئی مصداق نہیں تھا - اور خدا تعالے کی وحی نے مجھے معین کر دیا - فالحمد للہ" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۳۹۱)

دسویں خصوصیّت آپ نے عین اس وقت جبکہ صلیب کا غلبہ تھا - بموجب فرمان آنحضرت صلعم یکسر الصلیب صلیب کو توڑ دیا - اور آپ نے اس کام کو جس کے لئے آپ فرماتے تھے - کہ میرا کام صرف اور صرف کسر صلیب ہے - پورا کر دیا - اور حیات مسیح ناصری علیہ السلام کو غلط ثابت کر کے جس پر صلیب (کفارہ) کی بنیاد تھی - صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا - حتیٰ کہ تا قیامت آپ کے متبعین بھی اس علم کلام کے ذریعہ جو آپ نے ایجاد کیا - حامیان صلیب پر غالب رہیں گے - اور ہر میدان میں

مظفر و منصور ہوں گے۔

گیارھویں خصوصیت } آپ قرآن مجید کی تمثیلی پیشگوئی کے مطابق ذوالقرنین ہیں جس کا ذکر قرآن مجید سورہ کہف میں یسئلونک عن ذی القرنین کے ماتحت آتا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا۔ (سنہ ۵۶۰۰ یہود سنہ ۲۶۰۰ رومی سنہ ۱۹۰۰ بکرمی سنہ ۱۳۰۰ ہجری سنہ ۱۹۰۰ عیسوی سنہ ۷۰۰ قسطنطنیہ ملکی سنہ ۳۹۰۰ ابراہیمی سنہ ۱۳۰۰ فصلی سنہ ۱۹۶۰۸۵۳۵۰۰۰ آریہ سنہ ۱۳۰۰ بنگلہ۔ ناقل) اور دھوپ میں چلنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور کیچڑ کے چشمے کے اندر تاریکی میں بیٹھنے والے عیسائی ہیں جنہوں نے آفتاب کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور وہ قوم جن کی دیوار بنائی گئی۔ وہ میری جماعت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جن کا دین دشمنوں کے دست برد سے بچیگا ہر ایک بنیاد جو سست ہے اسکو شرک و دہریت کھاتی جائیگی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی۔ اور شیطان ان پر غالب نہیں آئیگا۔ اور شیطانی گروہ ان پر غلبہ نہیں کریگا۔ ان کی حجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھسنے والی ہوگی۔ اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب رہیں گے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۴۶)

بارھویں خصوصیت } آپ ہی ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "من یلقی منکم عیسی بن مریم فلیقرأ منی السلام۔ کہ میرا اسلام مسیح موعود کو پہنچانا۔

اور آپ پر وہ تمام حلیہ صادق آتا ہے۔ جو مسیح موعود کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔ ؎

رنگم چو گندم است بمو فرق بین است
زاں ساں کہ آمدست در اخبار سرورم

ناظرین! میں نے آپ کے سامنے چند خصوصیات جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امت محمدیہ میں دنیا میں منفرد ہیں۔ رکھدی ہیں۔ آپ غور کریں۔ کیا ان خصوصیات کا حامل جھوٹا ہو سکتا ہے؟

خصائص اسلام

از

مولانا محمد سلیم صاحب مولوی فاضل "جامعہ"

خصائص اسلام سے میری مراد اسلام کے ان بے عدیل محاسن کو بے نقاب کرنا ہے۔ جن کا وجود دیگر ادیان عالم میں سراسر مفقود ہے۔ اور بجز اسلام کے کسی دوسری جگہ ان کی تلاش محض بے سود۔

یوں تو اسلام ایک کان ہے جس میں بے بہا جواہرات کا خزینہ محفوظ ہے۔ وہ ایک بے پایاں سمندر ہے جس کی تہ میں آبدار موتیوں کا گنجینہ موجود ہے۔ مگر جامعہ احمدیہ کی ضخامت کے پیش نظر بطور مشتے نمونہ از خروارے چند خصوصیات سپرد قلم کرتا ہوں۔

پہلی خصوصیت } مذہب جو دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اگر وہ قانون صامت ہے تو اس کا لانے والا قانون ناطق ہونا چاہیئے۔ اور نہایت ضروری ہے۔ کہ مذہب کا بانی مبانی اپنے تعامل سے تعلیم کے تمام نشیب و فراز قوم کے ذہن نشین کرا دے ورنہ محض دلربا تعلیم کا پیش کر دینا جو ناممکن العمل ہو کوئی خوبی نہیں۔

مجھے فخر ہے کہ میرا مذہب اسلام بہترین طور پر اس خوبی کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کے پیش کردہ دستور اساسی یعنی قرآن مجید کے لانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی تعلیم کی عملی تصویر تھے۔ خود قرآن مجید نے فرمایا ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن کہ حضور صلعم کی ہر حرکت و سکون قرآن کریم کے عین مطابق تھی۔ قرآن کریم میں تمام شعبہائے زندگی کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو ان کے مطابق ہر اخلاق انسانی کے اظہار کا پورا پورا موقعہ ملا ہے۔ یتیم اور دوسروں کی کفالت، غربت اور امارت، ہموطنی اور جلاوطنی، تجرد اور عدم تجرد، بے اولادی اور صاحب اولاد ہونا اور اولاد کا زندہ رہنا اور بعض بچوں کا فوت ہو جانا، ماتحتی اور حکومت غرض جملہ انقلابات زمانہ سے حضور کو دوچار ہونا پڑا۔ مگر آپ نے حوادث زمانہ کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اسلامی تعلیم پر پورا پورا عمل کیا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ اسلامی احکام محض پڑھ لینے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اس لئے نازل کئے گئے

ہیں کہ انسان ہر حالت میں ان کو مشعل راہ بنائے

دوسری خصوصیّت } اِسلام ذات پات کی قیود سے آزاد اور ملکی و قومی زنجیروں سے بالا
اِسلام اس وقت دنیا میں ظاہر ہوا جب ایک طرف وید مقدس نے اپنے خوان نعمت سے شودروں کو محروم کر دیا تھا۔ تو دوسری طرف حضرت مسیح علیہ السّلام نے اپنے روحانی مائدہ کو صرف بنی اسرائیل کے ساتھ مختص کر رکھا تھا۔ اِسلام نے پکار دی " تبارک الذی نزل القرآن علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کیلئے نذیر ہو۔ فرمایا :۔" ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکمُ" خدا کے ہاں معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ اور اس طرح ذات پات کی تمیز کو یکسر مٹا دیا۔ آنحضرت صلعم کو سراج منیر کہا، مگر آپ کی ضیا پاش کرنوں کی تحدید نہ کی۔ بھلا جب نیّر جسمانی کی شعاعوں سے کوئی محروم نہیں تو آفتاب روحانیت کے دامن فیض کی حد بندی کیوں؟ سچ ہے ؎

منت او بر ہمہ سرخ و سیاہ ہے ثابت است

تیسری خصوصیّت } آج عالم کا ذرہ ذرہ خسرو امن کی "سلامی" کے لئے بیتاب نظر آتا ہے مگر دنیا کا کون مذہب ہے جس نے اتحاد باہمی کی بنیاد قائم کی ہو صرف اِسلام نے اس کا بیڑا اٹھایا اور فرمایا :۔" وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" " ولقد بعثنا فی کل اُمّۃ رسولًا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت" یعنی دنیا کی کوئی قوم خود بخود نہیں بنی۔ بلکہ جملہ اقوام عالم میں خدا تعالےٰ کے نبی اور رسل مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کے نتیجہ میں قومیں پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے تمام ہادیان مذاہب کی عزت اہل اسلام پر فرض ہے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں :" الانبیاء اخوۃ لعلّات" یعنی انبیاء علاتی بھائی ہوتے ہیں جس طرح مختلف ماؤں کے بیٹے جن کا باپ ایک ہو ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے اور آپس میں برادرانہ سلوک کرتے ہیں۔ اسیطرح تمام بزرگان مذاہب کو بھائی بھائی یقین کرو۔ کیونکہ ان سب کا سرچشمہ واحد اور مبدأ فیض ذات باری ہے

کاش دنیا کی سب قومیں اس زریں اصل میں اسلام کی حلیف بن جائیں۔ تا باہمی انشقاق و افتراق مبدل بہ اتحاد و اتفاق ہو سکے۔

چوتھی خصوصیّت } ایک ممتاز خصوصیت جو شوکت اِسلام کا زبردست ثبوت ہے وہ اس کے دستور العمل کا بے مثل ہونا ہے۔ عین اس وقت جب

نطق انسانی کے واحد ٹھیکیدار اور اپنے مقابل پر ساری دنیا کو عجمی کے لقب سے یاد کرنے والے عرب اپنی فصاحت بیانی پر نازاں تھے۔ صحیفۂ رحمانی نے تمام مدعیان بلاغت کو ان الفاظ میں دعوت مبارزت دی۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - کوئی ہے جو سورہ قرآنی کی نظیر پیش کر سکے؟ اس اعلان کا ہونا تھا۔ کہ تمام فصحاء و بلغاء کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ اور انہوں نے اپنے مایۂ ناز معلقات کو خانہ کعبہ کی پیشانی سے اتار کر پھینک دیا۔ اور اس طرح قرآنی آیت کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا عملی اعتراف کر لیا۔ بیشک ؎

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

پانچویں خصوصیت یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مذہب ایک قالب ہے۔ اس مذہب کی الہامی کتاب روح ہے اور الہامی کتاب کی زندگی کا دارومدار اس کی زبان کے محفوظ ہونے پر ہے۔ کیونکہ کتاب مذہب کی تعزیرات کا نام ہے۔ لیکن اگر اس کتاب کی زبان مردہ ہو جائے تو اس کے قوانین کا سمجھنا ناممکن ہو جائیگا۔

اس اصل کے رو سے بھی اسلام کو مذاہب عالم میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ اگر وید مقدس کے کسی منتر کے معنی میں اختلاف ہو جائے تو بوجہ سنسکرت کے مردہ ہو جانے کے ہم اُس منتر کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ اسی طرح انجیل کی اصل زبان بھی کسی جگہ مروّج نہیں ہے لیکن اگر آیت قرآنی کے معنوں میں کوئی اختلاف رونما ہو تو بآسانی اہلِ زبان کی روزمرہ بول چال میں اس لفظ کے استعمال سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اور اس میں دشمن کو بھی کلام نہیں۔ کہ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے۔

چھٹی خصوصیت مذہب کا اصل مقصد انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچانا ہے۔ ورنہ اگر کوئی مذہب اپنے متبعین کو مولیٰ حقیقی سے وابستہ نہیں کر دیتا تو وہ مذہب مذہب نہیں اُد دیکھیں آج کس مذہب کا دامن پکڑ کر انسان فائز المرام ہو سکتا ہے۔ کوئی ہے؟ جو اسلام سے باہر رہ کر خدا کے زندگی بخش کلام سے بہرہ ور ہوا ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں سینکڑوں اور ہزاروں ہیں جنہوں نے کشتیٔ اسلام میں سوار ہو کر اس وراء الوراء ہستی کی شیریں۔ لوچدار مگر میخ کی طرح دل میں گڑ جانے والی آواز کو اپنے ظاہری کانوں سے سنا۔ اگر ہماری مادی آنکھیں اس لطیف ہستی کو دیکھ نہیں سکتیں تو کم از کم اس کی آواز سے تو محروم نہ ہوں ؎

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

ساتویں خصوصیت } زمانہ حال میں دنیا کی سب قومیں حقوق نسواں کے متعلق خاص مراعات عمل میں لا رہی ہیں حتیٰ کہ یورپین اقوام دعویدار ہیں کہ ہمارے وضع کردہ قوانین صنف نازک کے حق میں تمام اہل مذاہب و مہذب سوسائٹیوں سے گوئے سبقت لے گئے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ مذہباً کس طبقہ نے حقوق نسواں کی حفاظت کی ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ اس میدان میں بھی اسلام بازی لے گیا ہے۔

میرے مضمون کا یہ حصہ بذات خود ایک طویل داستان ہے۔ جو وقت اور مستقل تصنیف کی مقتضی ہے تاہم تکمیل قصہ کی خاطر چند سطور حوالۂ قرطاس کرتا ہوں۔

اسلام سے قبل عورت کی کیا حالت تھی؟ قرآن مجید نے اِن الفاظ میں اس وقت کا نقشہ پیش کیا ہے۔ "اِذَا بُشِّرَ احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم۔ یتواریٰ من القوم من سُوْءِ ما بشر بہٖ ایمسکہٗ علیٰ ھُونٍ ام یدسُّہٗ فی التراب۔ الاساء ما یحکمون" یعنی جب ان میں سے کسی کو ولادت دختر کی خبر دی جائے تو وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ اور مارے شرم کے زاویہ خمول اختیار کر لیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے۔ آیا میں بیٹی کو زندہ رہنے دوں اور یہ ذلت برداشت کر لوں یا اُسے زندہ درگور کر کے ازسرِ نو سُرخروئی حاصل کروں۔ آہ! وہ بُرائی کی ٹھان لیتا اور نوزائیدہ بچی کو زندہ درگور کر دیتا ہے۔

اسلام نے آکر عربوں کی کایا پلٹ دی۔ اور صنفِ نازک کو قعرِ مذلت سے نکالکر اسے فقید المثال عزت کا وارث بنا دیا۔

عورت بحیثیت بیٹی:۔ وہ بیٹی جس کی پیدائش نحوست خیال کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق فرمایا۔ "یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور" وہ جسے چاہے لڑکیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہے لڑکے بیٹی کو بھی موہبت الٰہی قرار دیا ہے۔ اور رسول کریم صلعم نے اپنی دختر نیک اختر کے متعلق فرمایا۔ "الا اِنَّ فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا فقد اغضبنی" خبردار فاطمہ رضؓ میرے وجود کا ایک ٹکڑا ہے اس کا ناراض کرنا میرا ناراض کرنا ہے۔ کیا خوب ؎

"من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

عورت بحیثیت ماں:۔ وہ ماں جو اقوام عرب میں مال مویشی کی طرح ترکے میں بانٹی جاتی تھی۔ اُس کے متعلق رسول اکرم صلعم نے فرمایا:۔ "الجنۃ تحت اقدام الامھات" جنت ماؤں کے قدموں کے

نیچے ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:۔

"وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝" (بنی اسرائیل ع۳)

ماں باپ سے نیک سلوک کرو۔ اگر تمہاری زندگی میں ان میں سے کوئی ایک یا دونو بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو نہ جھڑکو۔ اور انہیں کریمانہ بات کہو۔ بطور رحمت ان کے لئے عاجزی کے ساتھ اپنے بازو جھکا دو۔ اور دعا کرو۔ اے خدا میرے والدین پر رحم کیجو جس طرح کہ انہوں نے جب میں بچہ تھا میری پرورش کی ہے۔

ناظرین! دیکھا مرد و زن کے حقوق میں مساوات اس کا نام ہے۔

عورت بحیثیت بیوی:۔ وہ بیوی جو درندہ خصلت عربوں کی ستم آرائیوں کا تختہ مشق تھی۔ اس کے متعلق ارشاد ہوا۔ "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" جو حقوق بیوی پر مرد کے ہیں۔ بعینہٖ وہی حقوق مرد پر بیوی کے ہیں۔ اور مخبر صادق نے فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہٖ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے۔

آج کل حالات بدل چکے ہیں۔ آج سے چودہ سو سال قبل کے واقعات سامنے رکھو۔ اور پھر ان ارشادات عالیہ کی نظیر تلاش کرو۔

آٹھویں خصوصیّت

ہر مذہب اپنے پیروان کو عبادت الہٰی کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مذہب ایسا ہے۔ جس کی پیش کردہ عبادت بآسانی ادا نہیں ہو سکتی۔ تو ایسا مذہب ایک بار ہوگا جس سے آزادی حاصل کرنا انسان کی دلی آرزو ہوگی اس اصل کے اعتبار سے بھی اسلام متفرد اور یگانہ ہے۔ اس کا کوئی طریق عبادت ایسا نہیں جس پر آسانی کے ساتھ انسان عمل پیرا نہ ہو سکے۔ مثلاً نماز ہے اگر کوئی بیمار ہے اور کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر سہی نہیں تو لیٹ کر سہی۔ اشاروں سے ادا کرے۔ وضو نہیں کر سکتا۔ یا پانی موجود نہ ہو تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کی یہ خصوصیت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جبکہ بالمقابل دیگر مذاہب کے طریقہ ہائے عبادت مدنظر ہوں۔ اور ان کے دوران میں پیش آنے والی تکلیف مالایطاق ملحوظ خاطر رکھی جائے۔

نویں خصوصیت:۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ کوئی مذہب صداقت سے عاری نہیں لیکن پہلے مذہب

اس وقت کیلئے تھے۔ جبکہ انسان ابتدائی منازل طے کر رہا تھا مگر بتدریج انسان کی ارتقائی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہب کی تعلیمات میں بھی تغیر ہوتا رہا ہے۔ اس لئے تمام مذاہب بمقابلہ موجودہ تمدن کے ناقص اور غیر مکمل ہیں۔ لیکن اسلام اس وقت آیا جبکہ انسان اپنے دائرہ کی تکمیل کو پہنچ چکا تھا اس نے جو پروانہ راہداری ہمیں دیا وہ تمام کمالات کا جامع اور ضروریات انسانی کا متکفل ہے۔ خدا تعالیٰ نے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" فرما کر آئندہ کسی کتاب کے انتظار کی بیجا زحمت سے ہمیں بچا لیا۔ بے شک بجز اسلام کے کسی مذہب نے اپنے کمال کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جس نے ہر زمانہ میں ہماری ہر ضرورت کو پورا کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ ؎

یاالٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

دسویں خصوصیّت

وید مقدس انسانی چیرہ دستیوں کا شکار ہو گیا۔ تورات و انجیل انسانی دست برد سے بچ نہ سکے۔ صرف قرآن حمید ہے۔ جو تمام انسانی تصرفات سے پاک ہے۔ مگر وہ اس کمال میں کسی انسانی احسان کا منت کش نہیں ہوا بلکہ اس کیلئے خود خدا تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم نے قرآن حمید کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے۔

عقلاً حفاظت کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں۔

اول:۔ حرکات و سکنات اور الفاظ کی حفاظت۔ سو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے سینکڑوں۔ ہزاروں حفاظ کے سینے وقف کر دئے۔ جو اس لعل کو اپنے سینوں کے اندر محفوظ کئے ہوئے ہیں۔

دوم:۔ زبان کی حفاظت۔ آج جو ترویج اور مافوق العادت ترقی عربی زبان کو مختلف ممالک میں نصیب ہو چکی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

سوم:۔ معانی کی حفاظت۔ خدا تعالیٰ نے اس پہلو سے بھی اپنے وعدے کا بہترین ایفاء کیا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ "ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃٍ من یجدد لھا دینھا" (مشکوٰۃ) ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ نے مجددین کو مبعوث فرمایا۔ اور چودھویں کے شروع میں اس مجدد اعظم کو بھیجا جس نے عین وقت پر اعلان کیا۔ ؎

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

قرآن مجید میں لفظ ذنب کا استعمال

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ منقول از بدر

ذنب ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی اُردو زبان میں گناہ کے کئے جاتے ہیں۔ اور انسان سے جس قدر دوسرے حرکات یا افعال یا اعمال اللہ تعالےٰ کی نافرمانی یا اس سے قطع تعلق کے رنگ میں سرزد ہوتے ہیں۔ اور ان کے جس قدر مختلف الفاظ قرآن مجید میں ہیں۔ ان کے معنے بھی گناہ کے کئے جاتے ہیں حالانکہ وہ ہر ایک لفظ اپنا الگ الگ مفہوم رکھتا ہے۔ اور ہر ایک مرتکب کی اعتقادی اور عملی حالت کے لحاظ سے اسپر بولا جا سکتا ہے۔

ذنب کا لفظ وسیع ہے۔ اور ان تمام معانی کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو کہ انسان کے مختلف عیوب پر اطلاق پاتے ہیں۔ اور جب یہ لفظ کسی پر بولا جاتا ہے۔ تو اس کے معنے اس نقص یا بدی کے ہوتے ہیں۔ جن کا ارتکاب اس شخص کی شان اور حالت کے لحاظ سے ممکن ہو۔ اور اگر ذنب کے معنے کرتے ہوئے محل شناسی سے کام نہ لیویں تو اس سے ایک بڑا نقص یہ پیدا ہوگا۔ کہ جب کسی کو مذنب کہا جائیگا تو اسے لوگ ایسے فعل کا مرتکب جان لیں گے کہ جس کا ارتکاب اس بیچارے نے ساری عمر میں بھی نہ کیا ہو۔ مثلاً ایک شخص رسم ورواج کی پابندی میں مبتلا ہے۔ اور وہ کوشش کر رہا ہے۔ کہ اس سے نجات پاوے تو وہ مذنب تو ضرور ہوگا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ باغی یا شراب نوش بھی ہے۔ یا زانی بھی ہے۔ غرضیکہ لفظ ذنب کے معنی کرنے میں محل اور موقع شناسی ضروری ہے۔ تاکہ تفاوت مراتب قائم رہے۔ اور ایک شخص جو چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہے۔ وہ بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب نہ سمجھا جائے۔ جب کسی کو مجرم کہا جائیگا تو اس کا ذنب جرم ہوگا۔ نہ کہ فسق اسیطرح اثیم کا ذنب اثم ہوگا۔ نہ کہ جرم علی ہذا القیاس۔

قرآن کریم میں ذنب کا لفظ جن معانی میں آیا ہے۔ اس کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔ اور یاد رہے کہ اس میں احادیث کے معنی ہرگز نہیں لئے گئے۔ (لفظ ذنب جن معانی پر مشتمل ہے۔ وہ یہ ہیں۔)

۱۔ جُرم۔ یعنی باری تعالےٰ سے قطع تعلق کرنا۔ اس کی مثال جیسے ایک شخص کہتا ہے کہ یہاں خالق سے اُلفت رکھنی مشکل ہے۔ اور مخلوق کے مقابل وہ کوئی عظمت اور پرواہ خالق کی نہیں کرتا اور اس سے قطع تعلق کرکے نافرمانی کی جرأت کرتا ہے۔ اُسے جرم کہتے ہیں۔

۲- **جناح** - جو کہ بگڑ کر گناہ بن گیا ہے، اس کے معنی کسی طرف جھکنا - پیار کرنا ہے - جناح کا مرتکب خدا کی نافرمانی تو کرتا ہے - مگر اس کے دل میں دلیری اور جرأت از تکاب نہیں ہوا کرتی کچھ خوف بھی دل میں رہتا ہے -

۳- **کفر** - سرے سے ہی ایک بات کا انکار کر دینا -

۴- **شرک** - خدا جیسا کسی کو ماننا -

۵- **فسق** - بدعہدی کرنا -

۶- **طغیان** - ارادۃً حدبندی کو توڑنا جس طرح دریا کی طغیانی کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ مقررہ حدود سے پانی باہر نکل جاوے اس کے مرتکب کو طاغوت کہتے ہیں -

۷- **بغی** - بغاوت کی ایک قسم ہے اسمیں دلیری ہوتی ہے - خدا بخشنہار ہے اس لئے عمداً بدی کا ارتکاب کرتا ہے

۸- **رکن الی العظم** بدکاری کیساتھ پیار اور تعلق کا ہونا مگر خود اسمیں شریک نہ ہونا ایسے بھی لوگ ہیں

۹- **نفاق** - اس کے مرتکب میں ایک قسم کا دگدہ اور تذبذب دل میں ہوتا ہے - قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے - نہ مقابلہ کی طاقت ہوتی ہے - نہ موافقت کی -

۱۰- **سُو** - کسی دوسرے کو ناخوش کرنا اور احسان کے خلاف بدی سے پیش آنا -

۱۱- **فحشار** - کھلے قبائح کا مرتکب ہونا -

۱۲- **منکر** - کسی دوسرے کو دکھ دینا -

۱۳- **بغی** - جس بادشاہ کے زیر سایہ رعایا ہونا - اُسی کے مقابل علم کھڑا کرنا -

۱۴- **اثم** - شوخی - اِسی لئے اسے شراب پر استعمال کیا ہے - اِس سے طبیعت میں شوخی پیدا ہوتی ہے

۱۵- **ہوا** - گری ہوئی خواہش یعنی اپنے نفس کی لذت کی خاطر تنزل کو قبول کرنا - جیسے بعض خاندانی اور شریف لوگ کسی رنڈی وغیرہ سے نکاح کرتے ہیں - اور آئندہ نسل کا ستیاناس چاہتے ہیں -

۱۶- **تدہین** - یعنی مداہنہ - چکنی چپڑی بات کرنی - ہاں میں ہاں ملانا -

۱۷- **عدم استقلال** - یہ ہر ایک ناکامی کی جڑ ہے - یعنی ایک بات پر قائم نہ رہنے کا نام ہے

۱۸- **رسم ورواج کی پابندی** - اس میں آبائی اور قومی تقلید شامل ہے - جس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں -

یہ اوپر کے اٹھارہ معنے ذنب کے ہیں - جن میں ایک بھی کسی نبی کے حق میں استعمال نہیں ہُوا - اور نہ ان میں سے کوئی عیب کسی نبی میں ہوتا ہے -

۱۹- نسیان - بھول جانا۔ ۲۰- خطأ - یہ دونوں قسمیں ذنب کی نبی سے سرزد ہوسکتی ہیں۔ مگر جب وہ فرض تبلیغ کو ادا کر رہا ہو۔ اور منصب رسالت کے لحاظ سے کام کر رہا ہو۔ تو یہ بھی نہیں سرزد ہوا کرتیں۔

۲۱- ظلم - اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محمود یعنی کسی کامیابی کے لئے اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنا۔ دوسرے مذموم جیسے حق تلف کرنا وغیرہ۔ اس لئے اُس کو خارج از بحث رکھا جاتا ہے۔

امام الدین ملتانی سیکنڈ ائر جامعہ احمدیہ

جہاد

از مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل "جامعہ"

مسئلہ جہاد کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ایک اہم اور دقیق بحث ہے۔ جس کے نہ سمجھنے کے باعث موجودہ زمانہ میں ایک کثیر جماعت مسلمانوں کی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئی ہے۔ اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاد سے مراد صرف اتنی ہے۔ کہ تلوار لیکر تمام ان لوگوں کی گردن ماردیجائے جو ان سے مختلف العقیدہ والخیال ہیں حالانکہ "جہاد" کا لفظ اس ایجاد بندہ کا کسی طرح متحمل نہیں ہوسکتا۔ از روے لغت جَهَدَ سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش وسعی کرنا ہے۔

اقسام جہاد - جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ جہاد صغیر۔ وہ مجاہدہ جس میں تلوار سے کام کیا جائے۔ اور حملہ آوروں کے مقابل پر دفاعی رنگ میں سیف وسنان سے جواب دیا جائے۔

جہاد کبیر - دلائل اور براہین سے دشمن کا مقابلہ کرنا جہاد کبیر کہلاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وجاھدھم بہ جھادًا کبیرا کہ قرآن مجید کو لیکر مخالفین کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔

جہاد اکبر اس مجاہدہ میں نفس امارہ کے ساتھ بر سر پیکار ہونا پڑتا ہے۔ اور اس کی تمام گندی قوتوں کو کچل کر رکھ دینا مومن کا کام ہے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے۔ کہ بانئے اسلام اور مسلمانوں نے ہر سہ اقسام جہاد سے تمسک کیا ہے۔ لیکن قسم اول صرف اسی وقت عمل میں لائی گئی ہے جس کے مخالفین اسلام نے بہ شمشیر وسنان محبان اسلام کو مٹانا چاہا۔ اور جب دشمنوں کی ستم کاریاں حد سے گذر گئیں تو امن کے شہزادوں نے مدینہ اور حبشہ کیطرف ہجرت کرلی لیکن دشمن نے اس پر بھی بس نہ کی۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوگیا تب خدا تعالےٰ غیور کی غیرت

جوش میں آئی - اور اس نے علمبردار اسلام کو پیغام بھیجی "اُذِنَ للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر الذین اُخرِجوا مِن دیارِھم"
وہ مومن بندے جو مظلوم ہیں - اور جن کو کفار نے ان کے گھروں سے نکال دیا ہے اب ان کو دفاعی جنگوں کی اجازت ہے - وہ میدان عمل میں آئیں خدا کی نصرت ان کے انتظار میں ہے -
اس پر شیران اسلام دشمن کے مقابل صف آراء ہو گئے - اور خدائے واحد کی مدد سے مخالفین کو ایسا پچھاڑا کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آ گیا -

جہاد کی دوسری قسم کے ماتحت ہر آن جہاد المسلمین کی مثالیں صفحۂ ہستی پر موجود رہی ہیں - خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اسلام میں ایسے پہلوانوں کا سلسلہ قائم رکھا ہے - جو دلائل و براہین سے مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کرتے رہے ہیں -

قرآن مجید ہی کو لو - دلائل کا ایک سمندر بہ رہا ہے - کوئی دعوے ایسا نہیں جس کے ساتھ دلیل نہ دی ہو - کوئی کلمہ نہیں جس کی حکمت کی طرف توجہ نہ دلائی ہو -

وہ عرب جس کی گھٹی میں شراب پڑی تھی - جسکا خمیر قمار بازی - زنا اور فسق و فجور سے تیار ہوا تھا - جو ظلم و قتال کے عادی اور جملہ معاصی کے عاشق تھے - ایک جلالت مآب ربانی آواز کو سنتے ہیں "شراب حرام ہو گئی" - مے نوشی سے ابدالآباد تک کیلئے دست کش ہو جاتے ہیں - شراب کے مٹکے توڑ ڈالتے ہیں حتیٰ کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں اس طرح بہ نکلتی ہے جس طرح موسلا دھار بارش سے مختلف بدرویں اور شہر کی نالیاں بہنے لگتی ہیں - ارتکاب زنا سود کالین دین - جنگ و قتال یکسر موقوف ہو جاتے ہیں جملہ معاصی یک قلم محو ہو جاتے ہیں - عرب کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں - محمد عربی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان کے لئے نئی دنیا کی بنیاد قائم کرتے ہیں -

آپ کی قوت قدسیہ ہر شخص کے دل میں کام کرتی نظر آتی ہے - اور ہر کہ اعظم کا نفخ روح تمام اہل عرب کو چاہ ضلالت سے نکال کر جادۂ ہدایت پر گامزن کر دیتا ہے - یہاں تک کہ وہ وحشی عرب "اعملوا ما شئتم" کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتے ہیں - کیونکہ انہوں نے اپنے نفوس سے وہ جہاد کیا جس نے ان کی تمام گندی طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا *

نصیحت صادق

(از عالیجناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب)

۱۱ر جنوری ۱۹۳۳ء کو میری عمر اکسٹھ [۶۱] سال ہوجائے گی۔ اور قمری مہینوں کے حساب سے ترسیٹھ [۶۳] سال قریباً ستائیس سال مجھے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ مولوی حکیم حافظ حاجی نورالدین صاحب کی شاگردی اور صحبت کا فخر حاصل ہوا۔ اور قریباً اٹھارہ سال حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایام مبارک میں مجھے حضور علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر رہنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ میں نے ان مبارک موقعوں سے کما حقہٗ فائدہ حاصل کیا۔ بلکہ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میرا اکثر وقت غفلت اور گناہوں میں گذرا۔ اور بجز اللہ کریم غفور الرحیم کی رحمت مغفرت پردہ پوشی اور مسکین نوازی کے میرے لئے کوئی پناہ بچاؤ کی نہیں۔ تاہم اس لمبے عرصہ کے مشاہدات اور تجارب کے بعد ہر انسان اس قابل ہوجاتا ہے۔ کہ نوجوانوں کے واسطے جن کے سامنے سفر زندگی کا ہنوز بہت سا حصہ باقی ہوتا ہے۔ چند مفید باتیں بیان کرسکے۔ جو ان کے واسطے کارآمد ہوں۔ اگرچہ گذشتہ تاریخ دنیا اس امر کی شاہد ہے۔ کہ نوجوانوں کی عموماً یہ فطرۃ یا عادت ہے۔ کہ وہ بجائے بزرگوں کے تجارب اور نصائح سے فائدہ اٹھانے کے ہمیشہ خود تلخ تجربوں میں سے گذرنا پسند کرتے ہیں۔ لہذا میں اس وقت اپنی زندگی کے تجارب میں سے صرف آٹھ نصیحت کی باتیں اختصاراً عرض کرتا ہوں۔ اور پڑھنے اور سننے والوں سے امید دعائے خیر رکھتا ہوں۔

خدا کی خاطر کچھ چھوڑنے میں کبھی نقصان نہیں

اللہ تعالےٰ کی رضامندی کی خاطر جب مومن کسی نقصان کو خوشی سے برداشت کرلیتا ہے۔ تو آخرت میں جو کچھ اجر اس کا ملیگا۔ وہ تو الگ الگ ہوگا۔ میرا تجربہ ہے۔ کہ خود اس جہان میں مومن کو اس سے کئی گنا بڑھ کر مل جاتا ہے۔ میں نے اس امر کو ایک دفعہ نہیں بلکہ اپنی زندگی میں کئی بار اپنی بیتیوں میں تجربہ کیا ہے۔ اور اپنے دوستوں اور واقفوں کے حالات میں دیکھا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک احمدی بھائی کے ساتھ ایک معاملہ میں میرا تنازع ہوا۔ جس میں مجھے بیس [۲۰] روپے کا نقصان ہوتا تھا۔ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح

رض
اول حضرت مولوی نورالدین صاحب سے اشارۃً ایسا معلوم ہوا۔ کہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ میں اس مطالبہ کو چھوڑ دوں گو ان کا حکم نہ تھا۔ مگر میں نے بخوشی اس مطالبہ کو چھوڑ دیا۔ اور اس نقصان کو برداشت کیا۔ تا کہ جماعت میں اختلاف اور جھگڑا نہ ہو۔ میں نے دیکھا۔ کہ میرے ایسا کرنے کے بعد چند ہی روز میں اللہ تعالےٰ نے کسی ایسی جگہ سے جہاں سے کوئی امید اور خیال روپیہ ملنے کا نہ ہو سکتا تھا۔ ۲۰۰۰ روپے کے قریب دلا دیا۔ گویا دس گنا مجھے اسی دنیا میں مل گیا۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے یا نقصان برداشت کرنے یا بے عزتی اٹھانے یا تکلیف اٹھانے کا اجر ضرور اسی دنیا میں انسان کو مل جاتا ہے۔ اور انسان کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا۔

میں لاہور میں دفتر اکونٹنٹ جنرل میں کلرک تھا۔ میرے ساتھ کے کلرک بعض ڈپٹی بن گئے۔ بعض ہزار پندرہ سو ماہوار کی تنخواہ کے عہدوں پر پہنچ گئے۔ مگر جب کبھی انہیں ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ میری حالت پر رشک کرتے ہیں۔ مجھے ان پر رشک نہیں ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے اُس سے بہت بہت بڑھ کر ظاہری عزت اور ظاہری آسودگی اور اقبال مندی بھی عطا کی ہے۔ جو اس ملازمت میں رہنے اور ترقی کرنے سے ممکن ہو سکتی تھی اور جو باطنی اور روحانی فیوض ہیں۔ ان کا تو شمار اور ذکر ہی کیا ہو سکتا ہے۔ ع

زبذل مال درراہش کسے مفلس نمے گردد

قرآن شریف کو روزانہ غور سے پڑھو

قرآن شریف کو اگر ہر روز صبح غور سے پڑھا جائے اور معنی اور مطلب سمجھ کر پڑھا جائے اور ایک ایک آیت کو کئی کئی دفعہ سوچ کر پڑھا جائے تو میرا تجربہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مومن کے قلب پر ایسے نکتہائے معرفت اِلقاء کرتا ہے جو اس نے کہیں پڑھے یا سُنے نہیں ہوتے۔ اور یہ تفہیم مومن کے واسطے ازدیاد ایمان اور روحانی ترقیات اور قوت و توفیق کا موجب ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ روزانہ منزل بہت ساری ہو۔ خواہ چند آیات ہی ہوں۔ مگر مطلب و معنی کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنے کا ارادہ اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔ تو بہت سی برکتوں اور فضلوں کا ذریعہ ہوتا ہے۔

دو کتابوں کی فرمائش

قرآن شریف۔ کتب احادیث اور کتب مسیح موعود ان سب کو ہمیشہ مطالعہ میں رکھنا چاہئیے۔ مستند احادیث کی دعاؤں کی ایک چھوٹی سی کتاب حزب المقبول نام ہے۔ میں نے اس کتاب کو بہت پڑھا۔ اور اپنے دوستوں میں تقسیم کیا۔ اور اس کی دعاؤں کو بہت یاد کیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں سے درثمین فارسی اور اردو سب سے زیادہ میرے مطالعہ میں رہی ہے۔ سچے اور مخلصانہ اشعار جو صحیح درد ... اور بہت سے

تفکرات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنے اندر ایک القاء کا رنگ رکھتے ہیں۔ پھر مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسّلام کے اشعار جو خاص جذبات اور آمد کے ماتحت لکھے گئے ہیں۔ وہ اپنے اندر ایک خاص تاثیر رکھتے ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اخلاق۔ عادات اور روحانیت کی بناء زیادہ تر انہی دو کتابوں پر ہے حزب المقبول اور درثمین۔ اس واسطے میں اپنے دوستوں کو ان ہر دو کتابوں سے کثرت کے ساتھ فائدہ اٹھانے کی فرمائش کرتا ہوں۔

دعا میں استقامت

میرا عمر بھر کا تجربہ ہے۔ کہ جو دعا استقلال کے ساتھ آدمی مانگتا رہے۔ اور اس پر تھک نہ جائے اور ملال نہ پکڑے۔ وہ آخر ایک دن ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ میری بعض دعائیں میرے اپنے حق میں یا میرے دوستوں کے حق میں بہت لمبے عرصہ کے بعد قبول ہوئیں۔ مگر ضرور قبول ہوئیں۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے شکریہ میں میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام تحدیث بالنعمت ہے۔ اگر کوئی دوست اُسے دیکھنا چاہے۔ تو مجھ سے مفت لے سکتا ہے۔ ہمارے نوجوان اس امر کا تجربہ کریں۔ اپنی نیت کو صاف کرکے دعا استخارہ اور بزرگ دوستوں کے مشورہ کے ساتھ اپنی زندگی کے واسطے ایک مقصد بنائیں۔ اور پھر اُس مقصد کے واسطے روزانہ دعا کریں۔ اور برابر کرتے رہیں۔ دعا کی قبولیت کا وقت زیادہ تر نماز کے اندر ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی پکار کو جو درد دل سے نکلتی ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں سنتا ہے۔ سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ جلوت میں اور خلوت میں ہر وقت مومن اپنے مولا کی طرف دھیان رکھے۔ دست در کار و دل با یار کا اپنے آپ کو نمونہ بنائے۔ اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے۔ تو جس طرح رات کے بعد یقیناً سورج نکلتا ہے۔ اسی طرح اس کی امید دل کے پورا ہونے کا آفتاب بھی ایک دن ضرور طلوع کرے گا۔ اور تمام تاریکیاں دور ہو جائیں گی۔

ایک سریع التاثیر وظیفہ

تمام مسنون دعائیں اور وظائف انسان کے واسطے بے انتہا فائدہ بخشنے والی ہیں۔ مگر میرے تجربہ میں جو سب سے زیادہ سریع التاثیر وظیفہ آیا ہے۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کا پڑھنا ہے۔ میرے اکثر کام درود شریف کے ذریعہ سے درست ہوئے۔ اور بہت سی خرابیوں کی درود شریف کے ذریعہ سے اصلاح ہوئی۔ مطلب اور معنے کو سمجھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترقی درجات اور آپ پر خدا تعالےٰ کی رحمتوں برکتوں اور فضلوں کے نزول کی دعا کرنا۔ اور آپ کی امت کی بہبودی اور ترقی چاہنا اور ان تمام مقاصد کو درود شریف کی دعا میں شامل کرنا اور خلوص اور محبت کے ساتھ

اپنی خواہشوں اور مرادوں کو درود شریف کی خاطر ترک کر دینا ایک ایسا وظیفہ ہے۔ جس کی قبولیت میں نے بہت جلد ہوتے دیکھی ہے۔ جب کبھی کسی مراد کے پورا ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ یا کوئی عظیم الشان فتح اور کامیابی نزدیک ہوتی ہے اس وقت میں اپنے دل میں درود شریف کے پڑھنے کے واسطے ایک خاص جوش پاتا ہوں۔

خوابوں کی قدر کرو۔ نومولود بچے بیس بائیس گھنٹے روزانہ سوئے رہتے ہیں۔ اور یہ ان کی صحت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور بعض لوگ ۶ گھنٹہ روزانہ سونا اپنی صحت کے واسطے کافی سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نیند بہت ہی کم ہوتی تھی۔ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ میرے خیال میں تین گھنٹہ روزانہ سے زیادہ نہ سوتے ہوں گے اور یہ ایک خارق عادت امر ہے۔ کہ باوجود اس قدر محنت کے ساتھ کام کرنے اور اتنا کم آرام کرنے کے حضور کی صحت بفضلہ تعالےٰ قائم ہے۔ حضور کے مشاغل اور تفکرات بہت ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضور کو صحت عافیت اقبال فتح مندی کامیابیوں اور ترقی درجات کے ساتھ لمبی عمر عطا کرے۔ آمین۔

غرض سونے کے لحاظ سے انسانوں کے حالات مختلف ہیں۔ لیکن اوسطاً ہر انسان ۸ گھنٹہ روزانہ سوتا ہے۔ گویا انسان کی زندگی کا تیسرا حصہ سونے میں گذرتا ہے۔ اور میری عمر کے ساٹھ سال میں سے بیس سال سونے میں گذرے ہیں۔ اس قدر وقت جو خواب میں گذرتا ہے۔ یہ بے کار نہیں بلکہ اس ظاہری عالم سے بے خبری کے وقت میں انسانی روح ایک دوسرے عالم میں سیر کرتی ہے۔ اور بعض ایسے امور اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ جو ظاہری عالم میں نہیں ہوتے۔ عموماً رویاء۔ کشوف اور الہامات کا سلسلہ ابتداً ایسے ہی وقت میں شروع ہوتا ہے۔ جب کہ انسان ان ظاہری حواس سے معطل ہوتا ہے۔ خواہ وہ تعطل بذریعہ خواب ہو۔ یا دعا اور توجہ الی اللہ میں محویت کے سبب سے ہو اور اس کی آئندہ ترقی اور تسلسل اس حالت کی قدردانی پر منحصر ہے۔

حضرت ابراہیم نے ایک رویاء دیکھا۔ اسے ظاہری الفاظ اور اعمال میں پورا کرنے کی بھی کوشش کی۔ تب خدا تعالےٰ سے محسن اور عبد مومن کا خطاب پایا۔

الغرض یہ بھی میرے عمر بھر کے تجارب میں سے ایک ہے۔ کہ اگر انسان اپنی خوابوں کو بیکار اور لغو نہ خیال کرے اور ان کے معانی اور تعبیر کو سوچ کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا رہے۔ تو علوم کا ایک بڑا ذخیرہ اسے حاصل ہوتا ہے۔ اور بہت سی آنے والی تکالیف سے انسان بچ جاتا ہے۔ اور آنے والے فائدہ بخش موقعوں سے بروقت نفع حاصل کر لیتا ہے۔

ہر شخص کی خوبیوں پر نگاہ رکھو

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس شہر میں بھی جاؤ۔ خواہ وہ کسی ملک میں ہو۔ اور کسی مذہب کے باشندے ہوں۔ ضرور اس شہر میں کچھ نیک لوگ ہوں گے۔ ان نیک لوگوں سے ملنے اور ان کی صحبت سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

میں نے اپنے سفروں میں حضرت موصوف کے فرمائے ہوئے اس اصل اور قاعدہ کو بالکل سچا پایا ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر ایک اور بات جو میرے تجربہ میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے۔ خواہ کیسے بداخلاق اور بداطوار کا کوئی انسان ہو۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ نے اس میں کوئی نہ کوئی نیکی اور خوبی رکھی ہوتی ہے۔ اور ہمیں چاہیئے کہ ہر شخص کی خوبیوں پر نظر کریں۔ نہ کہ اس کی کمزوریوں اور بدیوں پر۔ دنیا میں دوسروں کی محض عیب جوئی کرنے والا انسان کبھی خوشحالی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر ایک انسان آخر خدا کی مخلوق ہے۔ اس کی خوبیوں پر نظر کر کے اللہ تعالےٰ کی حمد اور اپنی خوشی کا ذریعہ پیدا کرو۔

گناہ بخشنے والا صرف خدا ہے

گناہوں کا بخشنے والا صرف خدا ہے۔ اُس کی ذات پاک کے سوائے کوئی انسان کسی انسان کے گناہوں کو نہ بخشتا ہے اور نہ بخش سکتا ہے۔

انگریزی میں ایک مثل ہے۔ فارگو اینڈ فارگیٹ۔ بخشو اور بھول جاؤ۔ مگر یہ صرف کہنے کی بات ہے۔ گناہوں کی سچی معافی اللہ تعالےٰ کرتا ہے۔ یا پھر اللہ والے کرتے ہیں۔ لیکن دنیا دار اگر کبھی اپنے گناہ گار کو بظاہر بخشتے بھی ہیں۔ تب بھی دل کے اندر اُس کی یادداشت کو قائم رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی موقعہ ملتا ہے۔ پھر اُس کو یاد دلاتے ہیں۔ اس واسطے مومن کو چاہیئے کہ اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی اور محویت کے واسطے اور اُن کے نتائج سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے آگے جھکیں اور اُسی کے آگے روئیں۔ اور ناک رگڑیں۔ جب وہ بخشتا ہے۔ تو وہ ستار ہے۔ اور غفار ہے اور سب لوگوں کے دل بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ لوگوں سے بھی بخشوا دیتا ہے اور اُن کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے۔ اور کسی کا حق انسان کی گردن پر باقی رہنے نہیں دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام بیعت کے وقت جو الفاظ کہلاتے تھے۔ ان میں یہ دعا بھی ہے۔ "فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" اے خدا سچ یہی ہے۔ کہ تیرے سوائے اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔

ثبوت قیامت

چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل جامعہ

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

قریباً تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ ایک دن آنیوالا ہے جب تمام اوّلین اور آخرین اس دنیا کے فنا ہونیکے بعد جمع کیئے جائیں گے۔ اور وہ اعمال جو انہوں نے اس دار فانی میں کیئے ان کے مطابق ان کو بدلہ دیا جائیگا۔ وہ جو نیک ہوگا دائمی راحت و آرام میں رہیگا۔ اور اس کو ایک ایسی جنت عطا کی جائیگی جس میں ہر مرغوب خاطر چیز اس کو مل سکیگی جیسے فرمایا ولهم فيها ما تشتهي الانفس لیکن برخلاف اس کے اگر کوئی نفسانی جوشوں میں منہمک رہا ہو۔ اور خدائے لایزال ولم یزل کی قائم کردہ حدود سے متجاوز ہو گیا ہو ایسا شخص اپنے اعمال کے مطابق عذاب میں مبتلا ہوگا۔

جہاں اس مسئلہ کے ماننے والے دنیا میں پائے جاتے ہیں وہاں بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو قیامت کے بالکل منکر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کی روشنی میں اثبات قیامت کے دلائل تحریر کروں

دلیل اوّل

یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ دنیا میں خدا کے تمام برگزیدوں کو دنیا نے ستایا اور دکھ دیا مگر وہ سب مصائب کو برداشت کر کے اپنے مفوضہ کام کو سر انجام دیتے رہے اب عقلی طور پر یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا دن ضرور آئے جس میں ظالموں کو سزا دیجائے اور مظلوموں کی دادرسی کیجائے ورنہ اگر کوئی دن جزا سزا کیلئے مقرر نہ کیا جائے تو اس خالق حقیقی پر یہ الزام عائد ہوگا کہ وہ شخص جو دنیا کی بہتری اور اپنے مالک حقیقی کی رضا حاصل کرنے کے لئے تکالیف برداشت کرتا۔ اور اپنی آبرو کو خطرہ میں ڈالتا ہے اور ایک ظالم شخص جو اسے تکلیف دیتا ہے دونوں مرتبے میں برابر ہیں۔ حالانکہ یہ بات عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کوئی دن قائم کیا جائے جس میں مجرموں کو سزا دیجائے اور صادقوں اور اللہ کی راہ میں کام کرنیوالوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا هٰذا يوم ينفع الصادقين صدقهم الآیۃ پارہ ۷ رکوع ۵ یعنی آج راستبازوں کو ان کی راستبازی نفع دے گی۔ اور وہ اپنے اعمال صالحہ کا بہتر بدلہ پائیں گے ؛

دلیل دوئم

دنیا میں بعض لوگ بدافعال اسوجہ سے کرتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے افعال سے آگاہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ نہایت ہی دلیر ہوکر برے افعال کے مرتکب ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں یہ بدفعل کرتے نہیں دیکھتا۔ نابدنظری۔ چوری گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھتا۔ پس ان پوشیدہ برائیوں پر مواخذہ کرنے کے لئے کوئی دن ضرور مقرر ہونا چاہئے۔ جس میں کہ ان کی مخفی بداعمالیوں پر مواخذہ ہو

فرماتا ہے کہ اے لوگو! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہماری پوشیدہ بداعمالیوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہمیں کوئی خوف وخطر نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ ایک دن آنیوالا ہے۔ جس دن کہ تمہارے تمام اسرار علی روس الاشہاد ظاہر کر دئے جائینگے۔ اور تمہارے وہ اعضاء جن سے تم افعال بد کے مرتکب ہوئے تھے، تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔ قرآن مجید میں آیا ہے حتیٰ اذا ماجاءوھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون ترجمہ جب میں دوزخ میں جائینگے۔ توان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ط ترجمہ:۔ آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر کریں گے۔ اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے۔ اور ان کے پاؤں ان کی کارستانیوں کی شہادت دینگے

دلیل سوئم

ہر ایک انسان کے دل میں طبعی طور پر یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ جب وہ کوئی برائی کرتا ہے۔ تو ضرور اس کا نفس اسکو ملامت کرتا ہے پس کسی شخص کا اپنے برے فعل پر پشیمان ہونا اور ندامت اٹھانا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ضرور کوئی دن ہے جس میں نفس کو اس کے برے افعال کی سزا ملے گی۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لا اقسم بیوم القیامہ ولا اقسم بالنفس اللوامہ۔ یعنی انسان کا نفس لوامہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرور یوم حساب ہے۔ ورنہ انسان کے اندر نفس لوامہ کی تخلیق بے معنی ہوگی

دلیل چہارم

اللہ لا الٰہ الا ھو لیجمعنکم الی یوم القیامہ لاریب فیہ ومن اصدق من اللہ حدیثاً۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ میں اللہ ہوں اور میں حقیقی معبود ہوں۔ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرونگا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ مجھ سے بڑھکر کوئی سچا نہیں ہو سکتا۔ میں نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے۔ اور اس میں تمام وہ سچائیاں بیان کر دی ہیں جو دنیا کے لئے مفید ہیں۔ اور تمام ان باتوں سے منع کیا ہے۔ جو لوگوں کیلئے مضر ہیں۔ ہزارہا پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہوئیں۔ اور آئندہ بھی پوری ہونگی۔

پس استقرائی طور پر ثابت ہے۔ کہ ہر پیشگوئی موقع پر ظاہر ہوئی۔ اس پر قیامت سے متعلقہ پیشگوئی کو بھی قیاس کرلو

دلیل پنجم أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۔ ترجمہ: کیا تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے۔ کہ ہم نے تم کو بغیر کسی غرض اور نہایت کے پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہ تم مرنے کے بعد زندہ نہیں کئے جاؤ گے۔ ایسا خیال غلطی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات کے شایاں نہیں کہ وہ ایسا عبث کام کرے۔ اس میں قیامت کا ثبوت اس طور پر دیا ہے۔ کہ اگر نظام عالم پر غور کیا جائے تو یہ تمام کارخانہ خدا نے انسان کے بقا کے لئے بنایا ہے۔ تو کیا انسان کو خدا نے اس لئے بنایا ہے۔ کہ فناء ہو جائے۔ اور اس کے لئے کوئی میزان عدل قائم نہ کی جائے

پیوند

کسی درخت میں مثلاً آم میں اگر پیوند لگایا جائے تو جو پیوند ہوتا ہے۔ یعنی نیا اور اوپر والا حصّہ اُس کے جوہر اس درخت کے پھل ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اصلی تخم کے جوہر ظاہر نہیں ہوتے بڑ کا اثر صرف زمین سے غذا چُوسنا ہے۔ وہ پھل پہ اثر نہیں کرتی۔ پھل پر پتے اور اوپر کی شاخیں اثر رکھتی ہیں۔ جیسی وہ ہونگی ویسا پھل ہوگا۔ جو عیب تخم میں ہوگا وہ جاتا رہے گا۔ اور جو خوبیاں پیوند کی ہوں گی وہ سب آجائیں گی۔ اگر اس پیوندی حصّہ کا تخم بویا جائے تو وہ بھی کبھی پورا اپنی اصل پہ نہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ باغ لگانے والے آموں میں تخم پر خواہ کتنا ہی اعلیٰ ہو بھروسہ نہیں کرتے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ کبھی انسان اپنی قوم یا خاندان یا اصلیّت نیکی اور خوبیوں پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ نیکوں کی اولاد نیک ہی ہو۔ اس لئے لازم ہوا کہ ہمیشہ انسان اپنا پیوند صالحین سے کرے۔ کیونکہ پیوند کے بعد تخم کی سب خصوصیات گم ہو کر اس درخت میں صرف پیوند کے حصّہ کی تمام خصوصیات آجاتی ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی خاطر بیعت امام اختیار کی جاتی ہے۔ تاکہ سالک ہمہ تن اسی رنگ میں رنگین ہو جاوے۔ اور درگاہ خداوندی میں اسے قبولیت کا درجہ حاصل ہو جائے

(مہر محمد اسماعیل)

اسلام اور تلوار

مولوی غلام حسین صاحب مولوی فاضل (جامعہ)

انبیاء علیہم السلام دنیا کو نہایت محبت کے ساتھ تسخیر کرتے۔ اور اپنے مشن کو ترویج دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کسی رعب یا خوف سے یا کوئی حرص دلاکر کوئی مذہب دنیا میں کامیاب ہو سکے۔ مذہب دنیا میں محبت اور امن قائم کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور خوف اور جبر نفرت کا باعث ہوتے ہیں۔ مذہب دلائل و براہین سے قلوب کو فتح کرتا ہے۔ اور تلوار صرف جسمانی تسخیر کا کام دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ابتدائی ایام میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلا۔ اور دن بدن دلوں میں اس کی قبولیت بڑھتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ جوں جوں زمانہ نبوی سے بعد ہوتا گیا۔ روحانیت مٹتی گئی۔ اور باوجودیکہ مسلمان وسیع سلطنتوں کے مالک تھے چار دانگ عالم میں ان کا رعب قائم تھا۔ مگر حامیان اسلام میں کوئی معقول اضافہ نہ ہوا۔ پس اگر اسلام کی اشاعت تلوار کے ذریعہ ہوئی ہوتی تو لازم تھا کہ اسلامی سلطنتوں کے قیام کے بعد پہلے کی نسبت اسلام کی اشاعت بہت بڑھ جاتی۔

دوسری دلیل } قانون قدرت پر نظر کرنے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک کام اگر ایک شخص کر سکتا ہے۔ تو دوسرا اس کو تباہ کر سکتا ہے۔ اور ایک انسان کے منصوبہ کو دوسرے انسان کا منصوبہ شکست دے سکتا ہے۔ پس اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا تو کیا وجہ ہے کہ بیشمار لوگ اپنی پوری طاقتوں کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے لئے اٹھے۔ مگر ان کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اور سارے حیلے رائیگان گئے۔

مسلمانوں کے بالمقابل غیر مسلم اقوام ہمیشہ کنگال تو نہیں رہیں۔ ان کو بھی شوکت حاصل ہوئی۔ اور ان اقوام نے تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانا چاہا۔ مگر عاشقان رسول کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ پس اگر اسلام کے ساتھ الٰہی تائیدات نہ تھیں۔ تو کس چیز نے ان اقوام کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا۔ اور پھر انہوں نے اپنی عزیز جانوں کو بھی اس راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر واقعی اسلام تلوار کے زور سے

پھیلا تھا۔ اور درحقیقت کوئی سچائی اپنے اندر نہ رکھتا تھا تو کونسی چیز تھی جس نے مخالف اقوام کی بے پناہ تلواروں کے سیلابوں کو روکا۔ آخر بقول عیسائیوں اور آریوں کے اسلام میں کوئی خوبی نہ تھی۔ صرف تلوار پر ہی سارا دارو مدار تھا۔ مگر وہ تلواریں تو دوسروں کے پاس بھی موجود تھیں۔ مسلمانوں کی تلواریں کیا خوبی رکھتی تھیں۔ جو ہمیشہ ہی دشمنوں کی تلواروں پر غالب آتی رہیں۔ یقیناً اسلامی تعلیمات کی سچائی اور الٰہی تائیدات ہی اسلام کی ترقی کا باعث ہیں۔

تیسری دلیل } تعصب اور ہٹ دھرمی کیوجہ سے اسی بات پر اصرار کرنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یہ اور بات ہے۔ اگر سچائی کی کوئی قدر و قیمت دنیا میں سمجھی جاتی ہے تو اسلام کا ایک ایک حکم امن کا نایاب ہیرہ نظر آتا ہے۔ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنی تو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا۔ اور عمدہ طریق سے ان کے ساتھ مباحثہ کر۔ قرآن مجید مذہبی امور میں جبر و اکراہ کو بڑے زور سے ممنوع قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی دین کے بارے میں ہرگز جبر و اکراہ جائز نہیں۔ کیونکہ گمراہی اور ہدایت کھلی کھلی چیزیں ہیں پس دلائل سے لوگوں کو صداقت کا قائل کرو۔ زمانہ حال میں چونکہ یہ اعتراض عام ہو گیا تھا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کی خدمت کیواسطے مبعوث فرمایا۔ اور عین اسوقت جب کہ آپ تن تنہا تھے۔ کوئی یار نہ تھا نہ کوئی مددگار کوئی دنیوی وجاہت بھی حاصل نہ تھی۔ بذریعہ الہام آپ کو خوشخبری دی گئی (کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا) آپ نے خدمت اسلام کا کام شروع کیا تو دنیا کی ساری طاقتیں آپ کے مخالف ہو گئیں۔ بچہ بچہ آپ کی دشمنی پر کمربستہ ہو گیا۔ مولوی بگڑ گئے کفر کے فتوے لگائے گئے۔ قتل کے منصوبے کئے گئے۔ پادری "لال پیلے" ہونے لگے پنڈت چیں بجبیں ہوئے۔ غرضیکہ اپنے بیگانے ہو گئے۔ آپ نے تمام مخالفتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور خدا تعالےٰ کے اس وعدہ پر نظر کرتے ہوئے واللہ یعصمك من الناس (خدا دنیا کے تمام منصوبوں سے آپ کو محفوظ رکھیگا) سرگرم عمل رہے۔

آپ تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ آپ کے خدام نے مسیحیت کے مرکز میں جاکر لوائے اسلام بلند کیا۔ اور آپ کی جماعت کو وہ کامیابی حاصل ہوئی جس کا مخالفین اسلام کو بھی اعتراف ہے۔ معترضین بتائیں آپ کے پاس کونسی تلوار تھی۔ کس دنیوی طاقت کے بل بوتے پر آپ نے فتح حاصل کی۔ کیا یہ حالات اس بات کا زبردست ثبوت نہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنی خوبیوں کے سبب پھیلا ہے ؟

پھر اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ حضرت مسیح موعود کے وقت بھی جہاد بالسیف کی ممانعت کی گئی۔ تا معلوم ہو کہ اسلام کسی زمانہ میں بھی آہنی تلواروں کا رہین منت نہیں ہوا ہاں وہ ہمیشہ دلائل و براہین کی آبدار اور دو دھاری تلوار لیکر میدان عمل میں مصروف کار رہا ہے

اگر کوئی خدا کا خوف رکھنے والا دل ہے؟ تو وہ برائے خدا غور کرے! کہ جب حضرت مسیح موعود نبی کریم صلعم کے ایک غلام ہیں۔ وہ بغیر تلوار چلائے صرف دلائل پیش کرکے اسلام کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔ تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کر سکتے تھے؟ ضرور کر سکتے تھے اور تیرہ ۱۳ سال تک مکہ میں کونسی تلوار چلائی تھی۔ جس سے اتنے لوگ باوجود دشمنوں کی سخت ایذارسانیوں کے مسلمان ہو گئے۔ دوسرے جب آپ نے تلوار اٹھائی بھی تو صرف دفاع کی غرض سے۔ اگر تلوار سے اپ اشاعت چاہتے تو ضرور آپ کو لڑائی کے لئے ابتداء کرنی چاہیئے تھی۔ مگر آپ کی ساری جنگیں دفاعی ہیں۔ کوئی بھی ایسی نہیں جس میں آپ نے خود ابتدا کی ہو۔

ضروری اعلان

احباب کرام یہ معلوم کرکے خوش ہوں گے۔ کہ ہمارے سلسلہ کے نہایت ہی قابل مبلغ اور مصنف عالی جناب مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب جالندھری جو کہ اس وقت بلاد عربیہ میں تبلیغ احمدیت کے کام میں مصروف ہیں۔ آپ نے ایک سہ ماہی رسالہ عربی زبان میں "البشارۃ الاحمدیہ" کے نام سے جاری کیا ہے۔ اور قیمت صرف دو روپیہ رکھی ہے۔ اگر عربی زبان میں کچھ تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے احمدی احباب اس کے خریدار بن جائیں۔ تو اول تو انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کو عربی بولنا اور پڑھنا آجائیگا۔ دوم وہاں کے مشن پر بھی زیادہ بوجھ نہیں پڑیگا۔

امید ہے کہ احباب اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے۔ مولانا صاحب کا پتہ مولانا ابو العطا الجالندھری احمدی شارع البرج حیفا۔ فلسطین ہے

منیجر
شیخ عبد القادر "جامعہ"

ملائکہ کے وجود کا ثبوت

پہلی دلیل

دنیا میں ہم ایک ایسے زبردست قانون کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ایک ارادہ کے ماتحت ہے۔ مثلاً آسمانوں میں ہم ستاروں کی پرحکمت گردش کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بات ہمارے قلب پر اثر کرتی ہے جسکا ہمارے خیالات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات وہ بات ہمارے خیالات کے بھی مخالف ہوتی ہے۔ مگر ایسی تحریک ہوتی ہے کہ اس کے کرنے کے لئے ہم مجبور ہوتے ہیں۔ اور اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہر انسان پر کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جسے اس قسم کی تحریکات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی تحریکات کرنے والے ملائکہ ہوتے ہیں۔ دوسرے مذاہب مثلاً یہودی عیسائی۔ زرتشتی وغیرہ کی کتابوں میں بھی ملائکہ کے وجود کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ اگر ملائکہ کا کوئی وجود نہ ہوتا۔ تو دوسری قومیں بھی اس پر زور نہ دیتیں

دوسری دلیل

انسان کی جسمانی بناوٹ پر غور کرنے سے وجود ملائکہ کا ثبوت ملتا ہے۔ موجودہ تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ جو چیزیں دنیا میں ہمیں نظر آتی ہیں وہ دراصل کروڑوں ذرات سے مرکب ہیں۔ اور پھر وہ ذرات بھی آگے کئی ذرّوں سے مرکّب ہیں۔ اسی طرح اس ذرّے بھی باریک در باریک ذرّوں کا مجموعہ ہیں۔ امریکہ کے ایک سائنس دان نے ایک ایسا باریک ذرہ دریافت کیا ہے۔ کہ جو انسان کے جسم میں سے گذر جاتا ہے۔ پس یہ تحقیقات بتاتی ہے کہ جو چیزیں بھی ہمیں نظر آتی ہیں وہ باریک در باریک اور لطیف ہوتی جاتی ہیں۔ جب ہر ایک چیز اپنی طاقت ایسے لطیف منبع سے حاصل کرتی ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ اس لطافت کیطرف جانے میں کوئی حکمت ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ اشیاء پر ملائکہ کا تصرّف ہے جو خود نہایت لطیف ہیں

غرض دنیا کی تمام اشیاء کے سلسلہ کا باریک ذرّات کیطرف جانا بتاتا ہے کہ باریک ہی ان کے منتظم ہوں اور اشیاء کی یہ لطافت دلالت کرتی ہے کہ ان پر لطیف ارواح بھی کام کر رہی ہیں۔ اور وہی ملائکہ ہیں۔

(سیّد اعجاز احمد جماعت ششم مدرسہ احمدیہ)

حکمت اعمال

اسلام کی ہر ایک عبادت کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہے۔ اسلام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج قربانی وغیرہ عبادات کی عملی طور پر پابندی کراتا ہے۔ کیونکہ اعمال کو ظاہری طور پر ادا کرنے کی تلقین میں بھی رازِ خلوص نہاں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کو کسی شخص سے محبت ہوتی ہے۔ تو اس کے سامنے اگر اُس کا ذکر کیا جائے تو اس کے چہرہ سے فوراً آثارِ محبت نمودار ہونے لگتے ہیں۔

ماں اپنے بچے سے ظاہراً کیوں محبت کرتی ہے؟ کیوں گلے لگاتی ہے؟ کیوں چومتی ہے؟ کیوں گود میں بٹھاتی ہے؟ کیا اس کے دل کی محبت کافی نہیں ہوتی؟

کیا وجہ ہے کہ ۲ دوست جب آپس میں ملتے ہیں۔ تو بے اختیار ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ کیا اُن کی قلبی محبت یا منہ سے بات کرنا کافی نہیں ہوتا؟ وہ مصافحہ کیوں کرتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ الفت صادقہ کو ظاہری علامات کے ساتھ آشکار کرنا ایک طبعی امر ہے۔ وللہِ درُّ القائل۔ ؎

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

پھر کیا وجہ ہے؟ اگر خدا تعالےٰ کے ساتھ الفت حقیقی ہو۔ تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔ ان کا اظہار بھی فطرتِ انسانی کا طبعی تقاضا ہے۔ جو پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام نے اسی اصل کو مدنظر رکھ کر محبت الٰہی کے اظہار کی خاطر عبادات کو ارکان ظاہرہ سے ترتیب دیا ہے۔

مَیں آج کی ملاقات میں صرف نماز کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اسلام نے قیام۔ رکوع۔ سجدہ قعدہ کو ارکان صلوٰۃ میں شمار کیا ہے کیونکہ نعمائے الٰہی سے صرف آنکھ یا کان یا ناک ہی بہرہ ور نہیں ہوتے بلکہ انسان کا ذرہ ذرہ خدا تعالےٰ کا شرمندۂ احسان ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ عبادت الٰہی میں ہمارا وجود بتمامہٖ خدا کے حضور سراپا التجا بنجائے۔ مختلف متمدن ممالک میں الگ الگ طریقہ ہائے آداب مروج ہیں۔ ہندوستان میں سجدہ کیا جاتا ہے۔ مصر کے قدیم لوگ دو زانو ہو کر تعظیم کر تے تھے۔ بعض جگہ اظہارِ تعظیم کیلئے کھڑا ہونے کا دستور ہے۔ وغیرہ وغیرہ اسلام نے تمام طریقوں کو نماز میں جمع کر دیا ہے۔ تاکہ جس طرز سے ممکن ہو مومن کا دل خدا کے حضور نماز میں عبادات کے لیے بچھ جائے۔ یار زندہ صحبت باقی۔ چوہدری محمد اکمل تارڑی متعلم سیکنڈ ایئر جامعہ احمدیہ

پیشگوئیوں میں مخفی شرائط کا ثبوت

(از عالیجناب مولنا تاج الدین صاحب فاضل لائلپوری)

پیشگوئیوں کے متعلق بہت سے اصول ہیں۔اگر کوئی طالب حق اور انصاف پسند خدا ترسی کے ساتھ ان اصولوں کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں پر نظر ڈالے۔ تو یقیناً اسے حضرت کی ہر ایک پیشگوئی کی تصدیق کرنا پڑیگی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگ ضد اور تعصب کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ اور جہالت کے علاوہ عداوت اور بغض کی پٹی ان کی آنکھوں پر بندھی ہوتی ہے۔ پس ایسے لوگوں سے کسطرح امید کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ مگر تاں دنیا میں عدل پسند اور جویان صداقت کا بھی قحط نہیں ہے۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ منہاج نبوت اور انبیاء سلف کی پیشگوئیوں کے طریق پر حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو پرکھیں۔ اور آپ کے دعاوی پر غور کریں۔ تاکہ انہیں حقیقۃ الامر معلوم ہو سکے۔

پیشگوئی کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ بعض دفعہ ایک پیشگوئی میں بعض ایسی مخفی شرائط بھی ہوتی ہیں۔ کہ جن کے ساتھ اس خبر کا وقوع یا عدم وقوع مشروط ہوتا ہے۔ اور ملہم اور مدعی کو کہ جسے وہ خبر دی جاتی ہے۔ ان شرائط کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ بسا اوقات اس پیشگوئی اور خبر کو غیر مشروط ہی سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ اس کی کئی مثالیں انبیاءؑ سلف کے حالات میں اور اسلامی روایات میں سے ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی تھی۔ کہ ان کی قوم پر فلاں وقت تک عذاب نازل ہو جائیگا۔ اور اس کے ساتھ کوئی شرط مذکور نہ تھی۔ اس لئے حضرت یونس علیہ السلام اسے اٹل اور قطعی ہی سمجھتے رہے۔ لیکن ان کی قوم نے جب خدا کے حضور گریہ وزاری کی۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو اس موعود عذاب سے بچا لیا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید۔ احادیث اور بائیبل میں بھی موجود ہے۔ یہ تو وعید کی مثال تھی۔ وعدوں میں بھی ایسا ہو جاتا ہے مثلاً حضرت عبداللہؓ جب شہید ہوئے۔ اور انہیں دربار الٰہی میں باریابی کا شرف نصیب ہوا۔ تو ارشاد باری ہوا۔ یاعبدی تمنّ علی اعطك مانگ جو تو چاہتا ہے۔ میں تجھے دونگا۔ اس پر حضرت عبداللہ رضؓ نے زندہ ہو کر دنیا میں واپس آنا مانگا۔ تاکہ خدا کی راہ میں وہ پھر شہید ہوں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ اس قادر مطلق خدا نے اپنے اس شہید و مقبول بندے سے کوئی مشروط وعدہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ اسمیں کسی قسم کا استثنا رکھا تھا۔ کہ فلاں فلاں بات کا مطالبہ نہ کرنا۔ لیکن باوجود اسکے خدا تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری نہ کی۔ اور صاف

فرمادیا۔ کہ تمہاری یہ بات میں قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں قرآن مجید میں یہ اعلان کرچکا ہوں۔ کہ جسکو میں وفات دیدونگا اسے واپس دنیا میں نہیں بھیجوں گا۔ قَدْ سبق القول منی انهم لَا يَرْجِعُون (ترمذی) مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۹۔

اس قسم کی مثالوں میں سے ایک مثال مندرجہ ذیل واقعہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ان رسول الله صلعم اصبح يوماً واجماً فقالت ميمونة يارسول الله لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم قال رسول الله صلعم ان جبريل كان وعدنى ان يلقانى الليلة فلم يلقنى…… فلما امسى لقيه جبرئيل عليه السلام فقال له قد كنت وعدتنى ان تلقانى البارحة قال اجل ولكن لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة (مسلم مصری جلد ۲ صفحہ ۱۹)

یعنی ایک دن رسول مقبول صلعم نہایت ہی غمگین اور پریشان خاطر تھے۔ حتّٰی کہ آپ کسی سے کلام بھی نہ کرتے تھے۔ اور سارا دن آپؐ کی یہی حالت رہی۔ حضرت میمونہؓ نے آپ سے غم اور پریشانی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے گذشتہ رات ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر وہ ابتک نہیں آئے۔ اگلے روز جب شام ہوئی۔ تو حضرت جبریلؑ آگئے۔ آپؐ نے ان سے کہا۔ کہ آپ نے تو گذشتہ رات آنے کا وعدہ کیا تھا حضرت جبریلؑ نے جواب دیا۔ کہ بیشک میں نے وعدہ تو کیا تھا۔ لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے جس میں کتا یا صورت ہو۔ اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہورہا ہے۔ کہ وعدہ میں اور پیشگوئی میں بعض ایسی شرائط بھی ہوتی ہیں۔ کہ وہ لفظاً تو مذکور نہیں ہوتیں۔ مگر مخفی طور پر ملحوظ ضرور ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وعدہ میں یہ ہرگز مذکور نہیں تھا۔ کہ میں اس شرط پر کل رات آؤنگا۔ کہ آپ کے گھر میں کتا یا تصویر نہ ہو۔ بلکہ ظاہراً یہ وعدہ غیر مشروط ہی تھا۔ اور حضورؐ بھی اسے غیر مشروط ہی سمجھتے رہے۔ ورنہ حضرت رسول مقبول صلعم ہرگز اسطرح بے چینی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ اور نہ سارا دن غمگینی اور محزونی سے گزارتے۔ اور نہ اگلے روز حضرت جبرئیلؑ کے آنے پر ان سے عدم ایفاء وعدہ کی شکایت ہی کرتے۔ پس حقیقت یہی ہے۔ کہ بعض مخفی شرائط بعض وعدوں میں ہوتی ہیں۔ حتّٰی کہ ان کا علم خود اس شخص کو بھی نہیں ہوتا۔ کہ جس سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں کتاب السراج الوہاج شرح مسلم بن الحجاج میں لکھا ہے:۔ فيه التنبيه على الوثوق بوعد الله ورسله لكن قد يكون للشئ شرط فيتوقف على حصوله او يتخيل بوقت و يكون غير مؤقت به ونحو ذالك۔

یعنی اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ کبھی ایک وعدے کے لئے ایسی شرط ہوتی ہے۔ کہ جسکے پائے جانے پر اسکا ظہور یا عدم ظہور موقوف ہوتا ہے۔ یا یہ کہ کبھی ایک وعدہ غیر مؤقت ہوتا ہے۔ یعنی اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ مگر اسکو ایک خاص وقت کے لئے سمجھ لیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ (جلد دوم صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح بخاری ومسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں ایک دفعہ سورج گرہن ہؤا۔ تو حضورؐ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ اور خیال کر لیا۔ کہ قیامت آگئی۔ خسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلعم فقام فزعاً یخشیٰ ان تکون الساعۃ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضورؑ نے ان تمام پیشگوئیوں اور اخبار کو جن کا قبل از قیامت وقوع پذیر ہونا حضورؐ کو بتایا گیا تھا۔ مشروط بشرائط مخفیہ سمجھ لیا تھا۔ ورنہ خروج دجال اور نزول مسیح وغیرہ وغیرہ آیات کے ظاہر ہونے سے قبل ہی قیام قیامت کا خیال کس طرح آ سکتا تھا۔ کیا نعوذ باللہ حضورؐ کو ان خدائی وعدوں پر یقین نہ رہا تھا۔ حاشا وکلا۔ حضورؐ کو یقین تھا۔ اور کامل یقین تھا۔ ہاں حضورؐ نے خیال کیا۔ کہ شاید ان وعدوں کے ساتھ کوئی مخفی شرائط ہوں۔ جن کا مجھے علم نہیں دیا گیا۔ اور وہ شرائط نہ پائی گئی ہوں۔ اس وجہ سے قیامت آگئی ہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۷۱ میں لکھا ہے۔ قیل لعل حالۃ استحضار امکان القدرۃ غلبت علی استحضار ما تقدم من الشروط لاحتمال ان تکون تلک الاشراط کانت مشروطۃ لم یتقدم ذکرہ فیقع المخوف بغیر اشراط لفقد الشرط یعنی احتمال ہے۔ کہ باقی شرائط قیامت کسی ایسی غیر مذکور شرط سے مشروط ہوں۔ کہ جسکے فقدان کی وجہ سے قیامت آگئی۔

ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حضورؑ نے ان تمام اخبار کو منسوخ خیال کر لیا ہو۔ چنانچہ عمدۃ الاحکام کے محشی نے لکھا ہے "آپ نے شاید ان احکام الٰہی کا جن میں خروج دجال وغیرہ وغیرہ علامات قیامت مذکور ہیں۔ فسخ گمان کیا ہو" (زبدۃ المرام فی ترجمۃ عمدۃ الاحکام صفحہ ۲)۔

سو اگر یہ وجہ تھی۔ تو اخبار میں عدم نسخ کے قائلین کے خلاف اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک اس حدیث سے نسخ فی الاخبار کا احتمال بھی نکلتا ہے۔ ثم ظھر لی انہ یحتمل ان یخرج علی مسئلۃ دخول النسخ فی الاخبار (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۷۱)

نوجوانان احمدیت سے خطاب

ہماری جماعت میں جو جوان ہیں۔ وہ خوب یاد رکھیں۔ کہ عمر جلد تر گذرتی جاتی ہے اور ہر نیا سانس موت کے قریب اور قبر کے نزدیک کرتا جاتا ہے۔ جوانی میں بہت سے جذبات اور جوش نازک روحانی بیماریاں لے کر آتے ہیں۔ ہم نے جوانی کے جوش کو خدا کے فضل سے نہیں دیکھا۔ مگر اس کا علم خدا نے دیا ہے۔ اس لئے اگر تم سچی خوشی چاہتے ہو تو ان سے بچو۔ (الحکم نمبر ۲ جلد ۶ صفحہ ۲ کالم ۳) (حضرت مسیح موعودؑ)

مذہب کی ضرورت

(عالیجناب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن رہتک)

۱۔ مذہب انسان کو بڑی امید اور قوت بخشتا ہے۔ اور مصائب کے وقت صرف وہی ایک سہارا ہے۔ لامذہب آدمی ایسے وقت میں مایوس اور بالکل گیا گذرا ہو جاتا ہے۔ بلکہ خودکشی کر لیتا ہے۔ ہجوم مصائب کے وقت مذہبی والا ناامیدی کو کفر سمجھ کر خدا کے آستانے پر گر پڑتا ہے۔ اور خواہ بکلی ہلاکت تک پہنچ جائے۔ اس کے دل کو پھر بھی بڑی تقویت ہوتی ہے۔ بڈھے۔ کمزور۔ بیمار۔ بیکار مصیبت زدہ کا کوئی سہارا سوائے خدا کی ذات کے نہیں۔ انسانی فطرت مجبور ہے کہ وہ خدا کو تلاش کرے۔ اس پر ایمان رکھے۔ اس سے محبت کرے۔ اور اس پر توکل کرے۔

۲۔ مذہب والا آخرت پر نظر رکھ کر دنیا کی ہر مصیبت کو اٹھا لیتا ہے۔ اور چند روزہ زندگی کی تکالیف کو ایک آئندہ راحت بخش دائمی زندگی کی امید پر خوشی سے برداشت کر لیتا ہے۔

۳۔ لامذہب یعنی دہریہ انسان صرف قانون اور پولیس سے ڈرتا ہے۔ مذہبی انسان خدا کے خوف سے ہر قسم کے گناہوں اور فسادوں سے بچتا ہے۔ پس مذہبی انسانوں کی دنیا با امن ہوتی ہے۔ اور بلا پولیس کے ہی ان کا ماحول اچھا ہوتا ہے۔ لامذہب آدمی ایک بڑے شرانگیز ماحول میں رہتا ہے۔ جیسی دیانت امانت۔ راستبازی اور اعتماد اور ہر قسم کی اعلیٰ سب باتیں مفقود ہیں۔ صرف پینل کوڈ اور ضابطہ پولیس پر سارا دارومدار امن ہے۔ پس مذہب کے ساتھ شہروں اور ملکوں اور دنیا کا اصلی اور حقیقی امن وابستہ ہے۔

(۴) جسقدر نیکیاں دہریوں میں پائی بھی جاتی ہیں۔ وہ بھی مذہب ہی کی طرف سے آئی ہیں۔ دہریوں کی ایجاد کردہ نہیں۔ بلکہ مذاہب کے احکام میں سے مسروقہ ہیں۔ آپ کوئی ایک بھی ایسی نیکی نہیں پائیں گے۔ جسے دہریہ کہہ سکیں۔ کہ یہ ہم نے ایجاد کی ہے۔

۵۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا فیصلہ دہریہ اور فلاسفر بھی نہیں کر سکتے۔ مثلاً ماں بہن۔ بیٹی سے شادی حرام۔ حلال کی تمیز وغیرہ۔ ایسے معاملات میں پھر ان کو اہل مذاہب کے پیچھے ہی چلنا پڑتا ہے۔

۶۔ اہل مذاہب اپنے اکثر اصولوں میں باہم متفق ہیں۔ مگر دہریہ فلاسفر سب آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

۷۔ اہل مذاہب نے عملی طور پر اعلیٰ کامل اخلاق کے نمونے دنیا میں دکھائے۔ مگر دہریے اور فلاسفر اکثر کمینے اور بد اخلاق ثابت ہوئے۔ یا کم از کم بہت سے پہلوان کے کمزور نکلے۔

۸۔ مذاہب کے رہبروں میں جو قوت قدسی اور قوت جذب قوموں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی تھی۔ لامذہب لوگ

اس سے بالکل محروم ثابت ہوئے۔

۹۔ اہل مذاہب کے اصول بلکہ بہت سے فروع بھی پختہ اور دائمی ہیں۔ فلاسفروں کے ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔

۱۰۔ مذہب ایک مکمل ضابطہ انسان کی زندگی کے لئے پیش کرتا ہے۔ جو کسی لامذہب نے آج تک پیش نہیں کیا۔ اخلاق۔ عبادات۔ سیاسیات۔ وراثت۔ اکل وشرب۔ شادی بیاہ۔ تہذیب تمدن۔ غرض ہر بات پر مذہب حاوی ہے۔ لامذہبوں کا یہ حال ہے۔ کہ جدھر جسکا منہ اٹھا۔ چلدیا۔ اور جو دل میں آیا کر گذرے۔

۱۱۔ اہل مذاہب دنیا کے تمام حصوں اور ملکوں پر بحیثیت ایک واحد قوم کے حاوی ہو گئے ہیں۔ اور وہی دنیا کے تہذیب وتمدن کی بنیادیں رکھنے والے ہیں۔ مگر دہریوں کو یہ عزت کبھی حاصل نہیں ہوئی۔

۱۲۔ مذہب ایک بڑی عظیم الشان ہم خیال برادرہڈ یعنی جماعت یا برادری قائم کرتا ہے۔ جسکا نام ونشان بھی فریق ثانی کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ جماعت ایک بڑی طاقت اپنے اندر رکھتی۔ اور دنیا کے خیالات اور حالات کو بہتر بنانے کا باعث ہوتی ہے۔ چونکہ دہریوں اور فلسفیوں نے کبھی کوئی قابل ذکر جماعت یا برادرہڈ قائم نہیں کی۔ اسلئے وہ شکست یافتہ ہیں۔

۱۳۔ جملہ مذاہب ایک عظیم الشان سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ اور ابتدائی زمانہ سے لیکر اب تک وہ نسل انسانی کے خیالات اور اعتقادات کو عروج اور ارتقاء کی طرف لیجاتے رہے ہیں۔ حالانکہ دہریت جہاں تھی وہیں ہے۔ اور سوائے لفظی ہیر پھیر کے اس نے کوئی حقیقی ترقی نہیں کی۔

۱۴۔ مذہب نے دنیا میں ایک تعمیر کی ہے۔ دہریت نے کوئی تعمیر نہیں کی بلکہ صرف تخریب کی ہے۔ یعنی مذہب کا پروگرام کنسٹرکٹو ہوتا ہے۔ اور دہریت کا ڈسٹرکٹو۔ بھلا اس سے مستقل فائدہ کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ دہریہ صرف یہ جانتا ہے۔ کہ مذہبی اعلیٰ صداقتوں کا انکار کردے۔ مگر یہ نہیں کہ ان کی جگہ کوئی اعلیٰ اور مفید نعم البدل بھی پیش کرے۔

۱۵۔ تمام اعلےٰ جذبات مثلاً عشق ومحبت۔ قربانی۔ ایثار۔ شکر۔ فرمانبرداری۔ خشیت۔ انکسار جو اخلاق کے لئے بطور روح کے ہیں۔ وہ مذہب کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ دہریہ کے جذبات نہایت سفلے اور ادنےٰ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کی نظر سوائے کھانے پینے اور چند روزہ دنیاوی زندگی بآرام بسر کرلینے سے آگے نہیں جاتی۔ وہ اس معشوق کے حسن کی طرف سے بالکل اندھا اور احسانوں کی طرف سے قطعی بے خبر ہوتا ہے۔ جسپر اہل مذاہب اپنا سب کچھ قربان کردیتے ہیں۔ حقیقۃً یہی عشق ومحبت مذہب کی جان ہے۔ جس کے بغیر انسانی زندگی حیوانی زندگی پر کوئی تفوق نہیں رکھتی۔ مذہبی انسان ہمیشہ اوپر کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اور دہریہ نیچے کو جاتا ہے۔

۱۶- اسی طرح جملہ اہل مذاہب "عمل" یا ٹھوس کام کرتے نظر آتے ہیں۔ خواہ وہ مذہب کے اعمال پر چلنا ہو۔ یا تبلیغ ہو۔ یا "جہاد" ہو۔ یا تعلیم وتربیت آئندہ نسلوں کی ہو۔ اور وہ مل کر بحیثیت مجموعی قومی طور پر ایسے کام ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ عملی زندگی یا ایک جوش کام کا جس سے ایک "حیاۃ" اس قوم یا ملک کے بچہ بچہ میں نظر آتی ہے۔ فریق ثانی میں قطعاً معدوم ہوتا ہے۔

بالآخر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ تمام وہ مذاہب جو دنیا میں رائج ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ وہ سب اپنی ابتدائی حالت میں سچے اور خدا کی طرف سے تھے۔ مگر بعد میں انسانی دستبرد کی وجہ سے وہ پاک وصاف حالت میں نہیں رہے۔ اور جب کبھی ایسی حالت کسی مذہب کو پیش آئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے زمانہ اور ملک کے حالات کے مطابق اصلاح کر کے پھر ایک بہتر مذہب بھیج دیا۔ تاکہ وہ انسانوں کی ہدایت کا موجب ہو۔ سو اب یہ سوال رہا۔ کہ جب دنیا میں اتنے مذاہب موجود ہیں۔ تو کونسا ان میں سے سچا اور افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ مذہب جو حسب ذیل دو فائدے ہم کو اب بھی پہنچا سکتا ہو۔ وہی رائج الوقت اور افضل مذہب ہے۔

(الف) ایک فائدہ یہ کہ وہ مذہب اپنے زندہ اور تازہ بتازہ نشانات سے خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین کرا دے۔ اور اس سے تعلق پیدا کرا دے۔ کیونکہ بغیر بصیرت اور تعلق کے کسی خدا کا ماننا وہم کے درجہ سے بڑھ کر نہیں

(ب) دوسرے یہ کہ انسان کی فطرت اور حالت کو اس طرح متغیر کر دے کہ فطرت گناہ سوز ہو جائے۔ جسے دوسرے الفاظ میں نجات بھی کہتے ہیں۔

پس جو مذہب کامل ایمان دل میں اور کامل نجات کی حالت اعمال میں پیدا کر سکتا ہو۔ وہی اس بات کا مستحق ہے۔ کہ اسے سکہ رائج الوقت یا خدا تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب یا زندہ مذہب کہا جائے۔ سو اسلام اور صرف اسلام ہی اس وقت دنیا میں ایسا مذہب ہے۔

اسلام

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے
دنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
پی لو تم اس کو یارو آب بقا یہی ہے

(حضرت مسیح موعود)

احادیث دجال پر ایک محقق کا تبصرہ

معزز قارئین! میں ذیل میں بے تعصب اور حق جو احباب کے مطالعہ کی خاطر احادیث دجال پر ایک مختصر بصیرت افروز اور محققانہ تبصرہ ہدیۂ احباب کرتا ہوں۔

یہ تبصرہ ملک کے عالم فاضل محقق مولٰنا عبداللہ عمادی صاحب ناظر مذہبی دار الترجمہ حیدر آباد دکن کی کتاب "علم الحدیث" سے منقول ہے۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ مصنف موصوف نے اپنے سرمایۂ تحقیق کو محض محدثین کے اقوال تک ہی محدود رکھا ہے۔ اے کاش کہ آپ حق گوئی کی خاطر مولویوں کی مخالفت سے مرعوب نہ ہوتے۔ اور اس خوف کو دل سے نکالتے ہوئے ان احادیث کے مضمون اور زمانہ حال کے علمبرداران مسیحیت کے مکائد وحیل نیز ان کے عقائد و اعمال اختراعات و ایجادات پر ایک بار یکجائی طور پر مبصرانہ غور و فکر کر کے ان احادیث دجال کی متشابہہ علامات کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی سعی فرماتے۔ تو میرا یقین ہے۔ کہ آپ بھی اخبار "مسیح" کے محقق مضمون نگار کے ہم آہنگ ہوتے۔ جس نے اسلامی جرأت سے کام لیتے ہوئے موجودہ علمبرداران مسیحیت کو ان اخبار نبویہ کا مصداق ثابت کیا ہے۔

اسی مضمون کے مطالعہ سے ہر طالب حق پر بخوبی واضح ہو جائے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیق انیق دربارۂ احادیث دجال سراسر حق پر مبنی ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ وہ تحقیق مامور زمانہ نے اشارات الٰہیہ سے فرما کر نبی اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر ایک تازہ شہادت بہم پہنچائی ہے۔ کیونکہ حسب منشاء آیت فلا یظہر علیٰ غیبہٖ اَحَداً اِلَّا من ارتضیٰ من رسول اسقدر مصفیٰ علم غیب آج سے چودہ سو سال قبل بیان کرنا بجز رسول اللہ اور کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔ وہو ہذا۔

دجال اور اسکے شعبدے

دجّال کے بیان میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ وہ آخر زمانہ میں سب کو گمراہ کرے گا۔ دنیا کے اکثر حصہ پر قابض ہو گا۔ زمین اور آسمان اسکے فرمانبردار ہوں گے۔ موت و حیات پر اس کی حکومت ہو گی۔ معجزات و خوارق عادات کا بادشاہ ہو گا۔ بہشت و دوزخ کے نمونے اس کے ساتھ ہوں گے۔ الیٰ غیر ذالک من روایات متشابہات کثیرۃ جاءعا فی بیانہا بما لا یسمن ولا یغنی من جوع

کیا کوئی مخلوق قضاء و قدر کو بدل سکتی ہے؟

اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں کسی ایسی مخلوق کا

ہونا آیا ممکن ہے۔ جو قانون قدرت پر بھی حاوی ہو۔ اور قضا و قدر کے تغیرات اس کے زیر اثر ہوں؟

یہ اعتراض اصول پر مبنی ہے۔ اور ہم کو اس پر غور کرنے کے لئے اصل حدیث کی تنقیح کر لینی چاہیئے۔

دجال کی حقیقت

دجّال کا مادہ دجل ہے۔ جس کے معنے فریب کے ہیں۔ عربی میں دجال ایسے شخص کو کہیں گے۔ جو بڑا فریبی ہو۔ کسی چیز کی حقیقت اور واقعیت بے شبہ نہیں بدل سکتی۔ لیکن چالاک آدمی سارے زمانہ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ اور دیتے ہیں۔ واقعہ کچھ ہے نظر آتا ہے کچھ مرزا غالبؔ دہلوی پرتو "صبح کو رازمہ و اختر کھلا" مگر ان کے فریب ایسے ہیں۔ کہ صبح ازل سے شام ابد تک کھلنے کی امید نہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ اور قرب قیامت کے زمانے میں کہ بہت ہی نازک وقت ہوگا۔ اور عوام میں اخلاقی کمزوریاں نہایت وسیع ہو جائیں گی۔ ایسے لوگوں کا شمار بڑھ جائیگا۔ ان کے فریب اور دھوکے خطرناک صورت اختیار کرینگے۔ اور ان کی وسعت سے عامۃ الناس کو سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑینگی۔

دجال بہت سے ہونگے

دجّال کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے:۔

انّ الساعة لاتقوم حتّی تقتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلة عظیمة دعوتھما واحدة وحتّی یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلاثین کلّھم یزعم انه رسول الله۔	قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک ایسے دو بڑے فرقوں میں جنگ نہ ہو۔ جن کا مذہب ایک ہی ہوگا۔ اور جبتک تیس کے قریب جھوٹے دجال نہ پیدا ہولیں۔ جن میں ہر ایک اپنے آپ کو خدا کا پیغمبر گمان کرتا ہو (یعنی اپنے صادق و برحق ہونیکا اسکو پورا زعم ہوگا۔

طبرانی حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں:۔

انّ السّاعة لاتقوم حتّی یخرج سبعون کذّابا	قیامت اسوقت تک نہ قائم ہوگی جبتک کہ ستّر جھوٹے نہ پیدا ہولیں

امام احمد بن حنبل نے حذیفہ کی روایت سے رسول اللہ (صلعم) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:۔

یکون فی امّتی دجّالون کذّابون سبعة وعشرون	میری امت میں ستائیس جھوٹے دجال ہوں گے

تعداد سے مراد کثرت ہے

محدثین کی رائے میں اس سے مراد یہ ہے۔ کہ بکثرت جھوٹے فریبی پیدا ہونگے تعداد کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:۔

وکل ذالك محمول علی المبالغة فی الکثرة لا علی التحدید (عینی جلد ۱۱ ص ۳۶۸)	ان حدیثوں کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ اتنے ہی دجال ہونگے کم و بیش نہ ہونگے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ بکثرت ہونگے تعداد نہیں معین کی ہے

دجال کے شعبدوں کی حقیقت

سب سے بڑا دجال ایک خاص شخص ہوگا جسکا ظہور قیامت سے دست و گریبان ہے۔ اس سے عجیب و غریب افعال و خواص ظاہر ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ

"اس کے ساتھ آگ بھی ہوگی۔ اور پانی بھی۔ مگر اس کی آگ اصل میں پانی ہے۔ اور پانی آگ ہے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں:۔

وهذا كله يرجع الى اختلاف المرئى بالنسبة الى الرائى (فتح الباری جلد ۱۳ ص۸۸)

اس ساری کیفیت کے اختلاف کا مرجع۔ دیکھنے والے کی نظر سے متعلق ہوگا۔

یہ شعبدے حقیقی نہ ہونگے

اس کے بعد کئی تاویلیں کی ہیں۔ اور پھر آخر میں لکھتے ہیں۔

ويحتمل ان يكون ذلك من جملة المحنة والفتنة فيرى الناظر الى ذلك من دهشته النار فيظنها جنة وبالعكس (فتح الباری جلد ۱۳ ص۸۸)

یہ بھی احتمال ہے۔ کہ فتنہ و محنت کی وجہ سے یہ کیفیت ہوگی۔ کہ دیکھنے والا خوف کے مارے بہشت کو دوزخ سمجھیگا۔ اور دوزخ کو بہشت۔

یعنی دجال کا ڈر اتنا غالب ہوگا کہ اُس کی بُری چیزیں اچھی نظر آئینگی۔ اور اچھی بات بری محسوس ہوگی۔

قرآن سے استدلال

اس احتمال کی مفسرین بھی تائید کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک سال عرب میں ایسا قحط پڑا تھا۔ کہ قریش مارے بھوک کے ہڈیاں اور کتے مردار تک کھا گئے۔ بھوک اتنی غالب تھی۔ کہ لوگوں کو فضائے آسمان تک دھوئیں کی طرح کوئی چیز چھائی ہوئی نظر آتی تھی۔

قحط عرب کا واقعہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے آیت تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ (آسمان سے ایک ایسا صاف دھواں اٹھیگا کہ لوگوں کو گھیر لیگا) کی یہی تفسیر کی ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:۔

كان (ابن مسعود) ينكر ان يكون الدخان الا هذا الذى اصابهم من شدة الجوع كالظلمة فى ابصارهم حتى كانوا كأنهم يرون دخانا (تفسیر کبیر جلد ۷ ص۴۶۷)

حضرت ابن مسعودؓ انکار کرتے تھے کہ دھوئیں سے بجز اس کے اور کچھ مراد نہیں، کہ بھوک کی شدت سے ان کی آنکھوں میں ایک طرح کی تاریکی چھا رہی تھی۔ حتیٰ کہ گویا دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔

جب قحط نے یہ کیفیت بیان کر رکھی تھی۔ کہ لوگوں کو وہ چیز نظر آتی جو واقع میں نہ تھی۔ تو ایک عجیب الشان آدمی کے دھوکے اور عذاب کا اگر دماغ پر کوئی بُرا اثر پڑے۔ اور از خود رفتگی پیدا ہو۔ تو اس میں

تعجب کی کیا بات ہے۔

حدیثیں دجّال کی صرف فریب کاری بتاتی ہیں

حدیثوں میں دجّال کے جسقدر اوصاف و علامات مذکور ہیں۔ان سب کا مدّعا یہی ہے۔ کہ لوگ جان لیں کہ وہ ایک غیر معمولی دھوکہ باز آدمی ہوگا۔ اور اس کے فریبوں سے بچتے رہیں۔ اس کی ذات میں تمام اوصاف کا پایا جانا ضروری نہیں۔

عہدِ رسالت کا ایک دجّال

محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں۔ کہ

"میں نے دیکھا کہ جابر بن عبد اللہ قسم کھا رہے تھے۔ کہ ابن صیاد (یہ ایک شخص کا نام ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا۔) دجّال ہے۔ میں نے کہا آپ خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ جواب دیا کہ میں نے عمرؓ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبرو اسی باب میں قسم کھاتے ہوئے سُنا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انکار نہیں فرمایا۔"

ابو داؤد نے عقبہ بن نافع سے روایت کی ہے۔ کہ

"عبد اللہ بن عمرؓ خدا کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد کے مسیح دجّال ہونے میں مجھے شک نہیں ہے (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۷۴)

دجّال ہونے کیلئے فریب ضروری ہے خرقِ عادت ضروری نہیں ہے

ظاہر ہے کہ ابن صیاد میں وہ تمام اوصاف موجود نہ تھے جو دجال کے لئے بیان کئے جاتے ہیں۔ نہ وہ مُردہ کو زندہ کر سکتا تھا۔ نہ زمین کے مدفون خزانے اس کے تابع تھے۔ نہ اُس کے حکم سے مینہ برستا تھا۔ نہ نباتات اگتے تھے۔ غرض کہ حدیث میں دجال کی جتنی علامتیں مذکور ہیں۔ اُن میں شاذ ہی کوئی علامت ابن صیاد میں رہی ہو۔ باایں ہمہ اس فریبندہ دور شخص کی نسبت بہتوں کو دجّال ہونے کا یقین تھا۔ اور اُس یقین میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی بھی عوام کے ہمزبان تھے۔ دجال ہونے کے لئے اگر عجیب الخلقت ہی ہونا ضروری ہوتا تو یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوتی؟

حضرت عمرؓ کی درخواست قتل دجّال کی

بے شبہ ابن صیاد وہ دجال نہ تھا جس کا ظہور قیامت کی علامتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے کتاب الجنائز میں روایت کی ہے۔ کہ

"عمرؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی۔ کہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ ابن صیّاد کی گردن ماروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ابن صیّاد وہی دجال ہے تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے"۔

جنابِ رسالتؐ کا شبہ

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محدثین نے دجال کی نسبت جتنے اوصاف روایت کئے ہیں۔ سب سے اس کا موصوف ہونا شرط نہیں۔ ورنہ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ابن صیاد کے باب میں دجال ہونے کا شک نہ ہوتا۔ اور یہ شبہ ظاہر نہ کرتے کہ

"اگر ابن صیاد وہی دجال ہے۔ تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے"۔

بظاہر ان اوصاف کا مفہوم یہ ہے کہ اِس فریبندہ شخص (دجّال) کے مکر و فریب کو عالم آشکار کر دیا جائے۔

روایتیں مشتبہ ہیں

ہم کو اِس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو حدیثیں اس باب میں مروی ہیں ان کے راوی ثقہ بھی ہیں یا نہیں؟ ہم ان کی ثقاہیت کو تسلیم کئے لیتے ہیں۔ لیکن بقول حافظ ابن حجر عسقلانی ممکن ہے۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ ان راویوں نے بہت سی باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے اس باب میں اخذ کر لی ہوں

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطاست

یہ ایک نہایت مختصر نمونہ ہے۔ ان حدیثوں کا جن کو خلاف عقل کہا جاتا ہے۔ اور جن کے ساتھ ذرا بھی اعتنا نہیں کی جاتی۔ اِسی طرح کی ہزاروں حدیثیں ہیں جن کے لئے افسوس یہ ہے کہ اس مجمل تحریر میں گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا تعلیم یافتہ گروہ قبل اس کے کہ احادیث کی نسبت نامعقول ہونے کا فیصلہ کرے۔ اس کا فرض ہونا چاہئے۔ کہ حدیث کا مطلب سمجھنے اور اصول حدیث کے معیار پر اُس کی تنقیح کرنے کی کوشش کرے بے سوچے سمجھے کسی بات کا فیصلہ کر بیٹھنا "مزن بے تامل بگفتار دم" کی صریح خلاف ورزی ہے۔

۱؎ صحیح بخاری کے اصل الفاظ یہ ہیں"۔ اِنّ عمر قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم دعنی اضرب عنقہٗ (یعنی عنق ابن صیاد) فقال ان یکن ھو فلن تسلّط علیہ"۔

۲؎ فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۷ اس مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ کے خاص الفاظ یہ ہیں"۔ ولعلّ ھولاء مع کونھم ثقات تلقّوا ذٰلک من بعض کتب اھل الکتاب"۔

آئینہ قرآن

(شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل بجامعہ)

قرآن کریم کے دو خلاصے ہیں۔ ایک اندرونی خلاصہ اور ایک بیرونی خلاصہ۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو قرآن کریم کا بیرونی خلاصہ ہے۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ یعنی وہ امور جو اس کلمہ میں مرموز ہیں ان کے مطابق جو شخص اپنے آپ کو بناتا اور اس زندگی کو اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے جس قسم کی زندگی کے پیدا کرنے کی اس میں ہدایت ہے۔ تو ایسا شخص یقیناً جنتی ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ جنات عدن میں داخل فرمائیگا۔ درحقیقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ اور اسی واسطے کلمہ طیبہ کو قرآن کریم کا بیرونی خلاصہ قرار دیا گیا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ یہ کلمہ فی الواقع قرآن کریم کا بیرونی خلاصہ ہے۔ اپنی ذات میں ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جسے اس مختصر مضمون میں بیان کرنا مشکل ہے۔

صحبت امروزہ میں یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ قرآن کریم کا اندرونی خلاصہ جو ہے۔ تو وہ سورہ فاتحہ ہے یعنی تمام وہ حقائق اور معارف جو سورہ بقرہ سے لیکر سورۃ الناس میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان تمام نکات معرفت کو اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ کے مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اور جتنے بھی قرآن کریم کے مقاصد ہیں ان تمام سے یہ چھوٹی سی سورۃ لبریز ہے۔ اور کوئی ایسا مقصد پیش نہیں کیا جاسکتا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہو اور سورہ فاتحہ کو اس سے خالی رکھا ہو۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ انا اعطیناک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم ؕ یعنی اے رسول عربی ہم نے تجھے سات آیتیں دیں اور ان کے ساتھ قرآن عظیم بھی عطا کیا۔ قرآن عظیم اس لئے فرمایا کہ سبعًا من المثانی ایک چھوٹا قرآن ہے۔ اور قرآن عظیم کا خلاصہ ہے۔ اور سبعًا جو کمال پر دلالت کرتا ہے کہکر اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ یہ خلاصہ ناقص نہیں بلکہ مکمل ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس

سورۃ کو ام الکتاب قرار دیا۔ کیونکہ قرآن کریم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب اس سورۃ کی تفصیل اور اس کی شرح ہے۔ اور چونکہ قرآن کریم کے تمام مقاصد کو یہ سورۃ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورۃ الجامع کے نام سے بھی یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام تعریفات کاملہ کو بیان کرتا ہے۔ اور جو ذات باریتعالیٰ کو کمال تام حاصل ہے۔ اس کو بوضاحت قرآن کریم میں درج کیا گیا ہے۔ اس تمام حقیقت کو سائے الحمد للہ کے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے کیونکہ اس کے معنے ہیں کہ تمام تعریفات اللہ تعالےٰ کے لئے ہی ہیں۔ اور وہی سزاوار ہے کہ وہ تمام کمال کا جامع ہو۔ دوسرا مقصد جسے قرآن کریم بیان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق حقیقی اور صانع کامل ہے اور جو کچھ بھی دائرہ عالم میں ہے وہ مخلوق ہے۔ اسی طرح ابتدائے آفرینش کے حالات کو بوضاحت بیان فرماتا ہے۔ اور مزید براں اس مقصد کے مخالفین کی تکذیب بھی نہایت عمدگی کیساتھ کرتا ہے۔ اس تمام بحث کو اللہ تعالیٰ نے رب العٰلمین کے الفاظ میں مرکوز کر دیا ہے۔

تیسرا مقصد جو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ رحمت الٰہی وسیع ہے۔ اور فیضان الٰہی بلا استحقاق کا اثبات ہے۔ اس تمام مقصد کو اجمال کے ساتھ لفظ رحمٰن میں اللہ تعالےٰ نے رکھا۔

چوتھا مقصد قرآن کریم کا اللہ تعالےٰ کے اس فیض اور اُس رحمت کو ثابت کرنا اور بیان کرنا ہے جو انسانی محنت اور کوششوں پر مترتب ہوتی ہے۔ سو اس مقصد کو اللہ تعالےٰ نے لفظ رحیم میں بیان فرمایا ہے۔ اور تمام وہ تفصیلات جو قرآن کریم میں اس مقصد کے اثبات میں بیان کی گئی ہیں انہیں اس پانچ حرفی لفظ میں نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

پانچواں مقصد جو قرآن کریم میں ہے وہ عالم معاد کی حقیقت اس کے حالات اور اس کا اثبات ہے اس جزاء سزاء کے دن کی تمام تفصیلات اور تشریحات کو اللہ تعالیٰ نے مالک یوم الدین کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

چھٹا مقصد جسے قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے وہ اخلاص عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردّیہ اور توحید فی العبادت ہے۔ ان تمام امور کو ایاک نعبد کے مختصر الفاظ میں بیان کیا۔

ساتواں مقصد قرآن کریم کا یہ ہے۔ کہ ہر ایک کام میں فاعل حقیقی خدا تعالیٰ کو ٹھیراتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک قسم کی مدد و نصرت۔ نیکی کی توفیق اور ثبات علی الطاعتہ اور عصمت عن العصیان۔ اور تمام اسباب

خیر کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھا جائے۔ اور تمام کاموں میں اسی سے نصرت طلب کی جاوے - اس حقیقت کو ایاک نستعین کے الفاظ سے اللہ تعالےٰ نے تعبیر کیا ہے -

آٹھواں مقصد قرآن کریم کا یہ ہے کہ صراط مستقیم سے آگاہ کرے یعنی صراط مستقیم کی علامات آثار بتائے اور اس کے حصول اور اس پر گامزن ہونے اور اس پر چلکر نجات پا لینے کے حقائق کو بیان کرنا ہے علاوہ ازیں یہ بھی کہ صراط مستقیم کو دعا اور تضرّع اور خشوع کے ساتھ حاصل کیا جائے - سو یہ مقصد اھدنا الصراط المستقیم میں اجمالاً بیان کر دیا ہے

نواں مقصد قرآن کریم نے جو بیان فرمایا ہے - وہ یہ کہ قرآن کریم ان لوگوں کے حالات وکوائف بیان کرتا ہے جن پر خدا تعالیٰ کا انعام ہوا - اور جس طریق پر چلکر خدا تعالےٰ کے فضلوں کے وہ وارث ہوئے - اور اطمینان قلب حاصل کیا - سو اسے صراط الذین انعمت علیھم کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے

دسواں مقصد قرآن کریم کا ان لوگوں کے خلق وطریق کا بیان کرنا ہے - جن پر خدا کا غضب ہوا - اور یا جو راستہ سے بھٹک گئے - اور قسم قسم کی بدعات میں مشغول ہو کر گمراہ ہو گئے - اور یہ اس لئے کہ تا حق کے متلاشی اور جو یان صداقت ان راستوں پر قدم دھرنے سے ڈریں اور اس ورطۂ ہلاکت میں پڑنے سے بچنے کی دعا مانگتے رہیں - اس مقصد کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں جس وضاحت اور تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے اس تمام تفصیل کو غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے الفاظ میں بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے [1]

دس مقصد ہیں جو قرآن کریم میں بڑی بسط و شرح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں - ان تمام مقاصد کو اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کی مختصر سورۃ میں بیان فرمایا ہے - اور سورۃ فاتحہ میں یہ تمام مطالب رکھکر اس بات کا ثبوت دیا کہ یہ سورۃ واقع میں قرآن کریم کا اندرونی خلاصہ ہے - اور قرآن عظیم تفصیل ہے - اس اجمال کی جسے ان سات آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے پیش کیا - یہ اجمال اپنی ذات میں ایک آئینہ ہے جس سے ہر ایک انسان اپنی استطاعت اور معرفت کے مطابق قرآن کریم کے علوم اس کے حقائق و دقایق سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ﷺ

---

[1] ان مقاصد عشرہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں نہایت عمدگی کیساتھ دلآویز طریق پر بیان فرمایا ہے

مہدی خونی کے منتظرین سے دو سوال

(حضرت "وہ" کے قلم سے)

سوال اوّل

حدیث "لا مہدی اِلّا عیسیٰ" سے تمسک کرکے چودہویں صدی کے غیر احمدی علماء سے اپنے سوالوں کیلئے طالب جواب ہوں! آپ لوگ مہدی خونی کے منتظر ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ مہدی السلام تمام مخالفین اسلام کو تلوار کے گھاٹ اتار دینگے۔ اور ہنود یہود و نصاریٰ جملہ اقوام کے خون کی ندیاں بہائینگے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہمارا زمانہ حال علم و ہنر عقل و فکر دلائل و براہین کا زمانہ ہے۔ اور کوئی ہندو یہودی یا عیسائی ایسا نہیں جو تلوار سے اسلام پر حملہ آور ہو رہا ہو۔ بلکہ معقولات و منقولات سے لوگ اپنے دعوے کو مبرہن کرتے ہیں۔ کیا اس صورت میں مہدئے خونی کا تلوار چلانا ادلّہ یقینیہ سے اس کی حرماں نصیبی کا ثبوت نہ ہوگا؟ کیا زبان کے مقابلہ پر تلوار سے وار کرنا انتہائی بزدلی نہیں؟

سوال دوم

آپ کا ایمان ہے کہ مسیح موعود کا کام قتل دجال یعنی مقاتلہ بالسیف ہے۔ اس کے متعلق عرض پرداز ہوں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ "ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجُہٗ وِالّا فکلُّ امرءٍ حجیجُ نفسِہٖ" یعنی اے مسلمانو! اگر دجال میری زندگی میں ظاہر ہو گیا تو میں اس کا حجیج ہونگا۔ ورنہ ہر شخص بذات خود اس کا حجیج ہوگا۔ لغت میں لکھا ہے حَجَّ زیدٌ عمرًا اَغلبَہٗ بالحُجّۃِ یعنی حج کے معنی ہیں دلیل کے ساتھ غالب آنا۔ ان معنوں کی رو سے حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگر دجال میری زندگی میں ظاہر ہو گیا تو میں اس کا مقابلہ کرونگا۔ مگر دلائل اور براہین سے نہ سیف و سنان سے ورنہ ہر شخص خود دلائل کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے۔ اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ جب مومن کا کام آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلنا ہے اور مسیح موعود بھی خادمان رسول میں سے ہیں۔ تو وہ آنحضرت صلعم کی ہدایت کے خلاف دجال کے بالمقابل کسطرح تیغ زنی کر سکتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین مقابلہ کریں تو دلائل و براہین سے کام لیں۔ اور اپنے بعد مسلمانوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرمائیں۔ لیکن مسیح موعود بہ شمشیر و سنان دجال کے خلاف برسرپیکار رہو۔ ایں چہ بوالعجبی است [illegible]

محمد فرخ سیر
بادشاه غازی
حاجی قلیچ خان فدوی

حسب ذیل تحریر اس مواد میں سے حاصل کی گئی ہے۔ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سیرۃ المہدی حصہ سوم کیلئے فراہم کر رہے ہیں۔ یہ تحریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاندانی وجاہت کا درخشاں ثبوت ہے

مرزا فیض محمد صاحب
|
مرزا گل محمد صاحب
|
مرزا عطا محمد صاحب
|
مرزا غلام مرتضیٰ صاحب
|
حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(مدیر)

زبدة الاماثل والاقران مرزا فیض محمد خان بسلامت بوده بدانند
چون درین وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی از لدوفائی و خیر سگالی
و جان نثاری شما مسرور و مبتهج شده است لهذا حکم جهان مطاع عالم مطیع فیض صدور
می یابد که دران اخلاص بود دریک امرای هفت هزاری منصب کرده و جادارند
از خطاب عضد الدوله مفتخر و ممتاز فرموده مستقیم باید در مواکب فیروزی
کوکب خود حضور اقدس حاضر بوده باشند و خیر سگالی
نشان عالیشان اکبرآبادی وصول موصوف باشد　فقط
تحریر بتاریخ نهم شهر شوال جلوس سنه ۵

نذرِ عقیدت

بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز

اے زخورشیدِ رخت روشن شبِ یلدائے من | اے ز ردیت پر تو اندوختہ سیمائے من
اے امیر المومنیں آقائے من مولائے من | اے کہ "طبع عالی" تو شُد عمل فرمائے من"
اے غزال دشتِ عرفاں من بیئے تو خستہ حال | سیر تو بر آسمانہا بر زمیں صحرائے من
صحبتِ دوں ہمتاں نامد پسندِ خاطرم | راہگیرِ کوچۂ تو شد دلِ دانائے من
قرطبُوسِ[1] قسمتِ من شد براہ دشتِ نجد | پے بہ پے آید صدائے ناقہ لیلائے من
مرغ دل در پنجہ شاہین تو آمد ازاں | از خیالِ ما مکن با ماست استغنائے من
دور افگندم ز جامِ خویش دُردِ رائے خویش | شد ز صہبائے تو رنگیں حجلۂ مینائے من
بوسہ زد بر آستانِ تو خیالِ عالیم | صیدِ دامِ تو شدہ عقلِ سخن پیرائے من"
منجنیقِ دشمناں پیشِ درِ خارائے تو | بے اثر چوں یورشے بر چنبر بالائے من

[1] قرطبوس - ادنٹ

محمد صادق قریشی شبنم سرحدی - اے (سٹار آف انڈیا)

سیدنا محمود

تو ہی وہ پاک طینت پاک سیرت پاک صورت ہے
کہ وہی پاک ہیں جس کی خدا نے دی بشارت ہے

مسیح وقت کا فرزند و فرخندہ پسر ہے تو
بڑے عالی گھرانے کا بڑا عالی گہر ہے تو

خطاب کلمۃ اللہ سے جہاں میں بہرہ ور ہے تو
مقدس روح جس میں بولتی ہے وہ بشر ہے تو

تلے اسلام جس کے سایہ کے ہے وہ شجر ہے تو
خدا کا سایہ جس کے سر پہ ہے وہ شیر نر ہے تو

کلیدِ نصرتِ اسلام و مفتاحِ ظفر ہے تو
بشیر الدین محمود احمدؓ و فضلِ عمر ہے تو

ذکی و ذی وجاہت پاک لڑکا صاحبِ عظمت
علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ز ہے قسمت

خدا نے جس کی آمد پر مبارکبادیاں دی تھیں
فلک پر جس کے آنے پر ملک نے شادیاں کی تھیں

وہ شہرت تجھکو حاصل ہے زمیں کے ہر کنارے تک
نہ اب تک پا سکے جسکو مہ و خورشید تارے تک

تو آیا ہے خدا سے ایک رحمت کا نشان بنکر
اسیرِ دل کا رہا کن چارہ سازِ بے کساں ہو کر

تو آیا ہے مسیحی النفس سوئے جہاں بن کر
کہ جس کے دم سے کفر و شرک اڑ جائے دھواں بن کر

جلایا تو نے آ کر اپنے دم سے لاکھ مُردوں کو
شفا بخشی مریضوں کے دکھوں کو اور دردوں کو

مقربِ در جنابِ لایزال و لم یزل ہے تو
زہے عزت کہ مصداق کانّ اللہ نزل ہے تو

بلاشک اس جہاں میں مظہرِ حق و علا ہے تو
رضاء کی عطر سے ممسوح ہے نورِ خدا ہے تو

(طالب دعا یوسف شاہ)

قطعہ

(از حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن رہتک)

ہو گئے جو عشقِ مولا میں فنا — عیشِ دنیا سے انہیں رغبت کہاں
کشتگانِ خنجرِ تسلیم کو — رنگ و بو میں غیر کے لذت کہاں

ایضاً

کسی نے ایک دن پوچھا عمرؓ سے یوں۔ کہ اے حضرت
بھلا تھا جاہلیّت میں جو غصّہ۔ کیا وہ اب بھی ہے؟
جواباً ہنس کے فرمایا۔ کہیں فطرت بھی بدلی ہے
ازل سے جو ملا تھا خلق کا حصہ۔ وہ اب بھی ہے
بدل ڈالا ہے رُخ اس کا مگر اب کفر کی جانب
جلالِ فطرتی ورنہ جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے

ہجر میں ہے وصل سے بڑھ کر مزا — لطف ہے رونے میں ہنسنے سے سوا
جہل کی لذت کے آگے علم کیا — بھوک کا سیری سے بڑھ کر ذائقہ
شرط پر یہ ہے کہ ہوں سب با رضی

ظہورِ امام مہدی

برس رہی ہے خدا کی رحمت ہوا ظہورِ امامِ مہدی
رہیگا باقی نہ شرک و بدعت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

دلیل و حجت کی کیا ضرورت ہوا ظہورِ امامِ مہدی
کہ چاند سورج نے دی شہادت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

گھٹائیں ظلمت کی چھا رہی تھیں ہوائیں بدعت کی چل رہی تھیں
کیا خدا نے نزولِ رحمت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

گواہیاں دیں لڑائیوں نے شہادتیں دی ہیں زلزلوں نے
غرض کہ ظاہر ہوئی صداقت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

ہنود عیسائی اور مسلماں رہیں نہ اب منتظر کسی کے
کرشن صورت مسیح سیرت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

حدیث لا مھدی الا عیسیٰ بمعنی لا عیسیٰ الا مھدی
ہوا نزولِ مسیح سیرت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

نزولِ عیسیٰ ظہورِ مہدی، ظہورِ مہدی نزولِ عیسیٰ
نزولِ عیسیٰ ہی درحقیقت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

یہود عیسائی، آریہ سکھ، ستانتی، بودھ اور جینی
جھکا رہے ہیں سر اطاعت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

ہمالہ پربت کی چوٹیو! تم گواہ رہنا بروزِ محشر
کہ قیسؔ نے دی ہمیں بشارت ہوا ظہورِ امامِ مہدی

قیسؔ مینائی نجیب آبادی

رسالہ جامعہ احمدیّہ

نبذة من رسالة مبتكرة ابتكرها

المسيح الموعود عليه الصلوٰة والسلام بعون الله ذي الجلال

وسمّاها

سيرة الابدال

(المدير)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ایھا الناسُ انی اُذکّرکم مَا اُوحیَ اِلیّ من رب العالمین۔ اِنّی اُمِرتُ من الرّحمٰن فأتونی باھلکما جمعین۔ واُعطیتُ الحکم من السّماء ولادجال ولا رقین۔ اختُطّت لی الملائکۃ من الخضراء الی الغبراء وجعلت قادیان کالقادسیۃ وبلدھا الامین۔ وعصمنی ربی من شرالرّضع وجعلنی من العالین۔ و شَنصَتُ بہ کل الشنوص وحُلّ لحمی عن اوصالہ للحِبّ القرین۔ فلا اخاف حُمشناً بعدہ ولا ارعن العدا بماقام لی ربّی کالمداکئین۔ وانی اتبع وحیہ علی البصیرۃ وما ارتثاء علیّ امری وماکنت من المفترین۔ ولا ارغن الی من خالف الحق واری الوجہ کالضنین۔ ولا ابالی احدا من العدا۔ ولو خوفنی بخوفٍ ادنٰی ولا احضرہ کالمتزائین۔ ولیست الدنیا عندی الا کجہبلتٍ اذاجرا شبَتْ ثم ما تبعّلتْ فبذءھا بعلھا و بذء رکوسھا و دقشھا ونزّرا مرھا وحسبھا بئس القرین+

ومن افتتح سورۃ النور والفاتحۃ والمائدۃ فسجلھا وتدبرھا کالطالبین وانتقل من غللٍ الی غمرٍ ھو تحتہ واذاب فھمہ ورعبل وجودہ وتجنّب الضِلالَ وما اقتنع علی حمکل وما ھاب نشزناً وما لغب فی ابتغاء ماءٍ معین فیشاھد صدق ما ادعیت۔ ویری ما رئیتُ ویکون من المستیقنین۔

وانّی انا المسیح الموعود۔ وانا الذی یدفو ویجود۔ ویستقری التقی الذی یبغی الحق ویرود۔ فبشری للمتقین۔ ان التقات لیس بھیّنٍ۔ واللہ انّھا تضاھی الحیّن۔ ومن اثر التقات فھو نطّاب رجل اثر المامات وھی عقبۃ کُئودٌ ایھا الفتیانُ۔ وھی الموت المحرق بالنیرانِ۔ ثم ھی الطرف الموصل الی الجنان

اتحسب كم أمتٌ بينها وبين حمام الانسان - اذا بلغت منتهاها واستوعبتها فهى الموت عند اهل العرفان ان التقى لا يخاف لجبّ الشيطان - و يحسب انثعاب دمها فى الله كشرابٍ مشعشعٍ بالثغبان - وللاتقياءِ علامات يعرفون بها و لا ولي الا التقى يافتيان - منهم قوم يرسلون لاصلاح الناس عند مفاسد الخنّاس من الله الرحمان +

فمن علاماتهم انهم يبعثون عند ظلام يحيط الزمان ويظهرون اذا قل الكرام والكرائم - وتاجلت الخنازير والبهائم - وكثر رجالٌ يتغسلون وقل قوم يتهجّدون - و بقى الناس كحسكلٍ لا يعلمون ولا يعلمون - وفسد الزمان واهلك كمّلا - وما ولد الّا زُعبلا - وترفت عين السماء وما ازمهلّت - وصارت الارض جدبة وما ابقلت - اوصار الناس كمثل رجلٍ له جعندل ولا يأتبل وعنده كحل ولا يكتحل - ومالوا عن الحق كل الميل - فحفل الوادى بالسيل يجابون الجدب - ويزيلون الودب - ويخشئون الشيطان - ويرفئون ما اخرَورَق ويبلوِّرون الزمان -

ومن علاماتهم انهم قوم لا يجدون احداً ياخذ جلاننا بقلوبهم ولا يعدّون كدودة من لم يتطاطا ولم يغترفا من شُئبُوبِهم و يقعون فى أُلهانية الربّ و يوثرونه فى جميع اسلوبهم - ويتصرون من ثاءَ به الحملُ ويدركون من هوى بوطوبهم لا ياخذهم افكلٌ امام احدٍ من الامراء ويألون فى سبيل الله الذى انشاطهم عند فساد الزمان وشيوع الاهواء وما يحملهم على ذالك الامواسات الناس وامر حضرة الكبرياء +

ومن علاماتهم انهم اذا استشن ما بينهم وبين ربهم الجواد - فيبللونه بالاحسان على العباد - ويطيرون الى المعلّى ولا يدّثنون - و يسقون شرايا لا يهذرون به ولا يصدّعون - ويقولون هل من مزيدٍ ولا يقنعون ولا تفهم اسرارهم بما دقّت كانهم يرطنون - ويكفتون

نفوسهم مما لا یرضی به ربّهم وعلی الحق یثبتون ولو احرقوا ابالایبر قیلون- ولا یکفرون بالحق ولو یبرّزون- ولا یتبسّل وجوههم بما اصابتهم مکاره و علی الله یتوکلون- ویحسبون الدنیا کحُسُکلٍ فلا یتوجّهون+

ومن علاماتهم انهم ینبؤن باقبالهم- قبل وجود الاسباب المادیۃ ویبشرون بنصر من الله فی ایام الیاس واعراض النّاس وفقد ان الوسائل المعتادۃ فی هذه الدنیا الدنیّه- حتّٰی ان السّفهاء یضحکون علیهم عند اظهار تلک الانباء ویحسبونهم مجانین هاذرین او مفترین لتحصیل الاهواء ویسعون کل السعی لیعدموهم ویجعلوهم کالهباء- فینزل امر الله من السماء ویُقعَدون فی حجر عنایت حضرۃ الکبریاء- ویمزّق کلّما نسج العداء من التکبّر والخیلاء ویقضی الامر ویغاض سیل الفتن وتجعل خاتمۃ امرهم فوز المرام مع الغلبۃ والعزۃ والعلاء+

ومن علاماتهم انک تراهم فی سُبُل الله مسارعین کالمدعکنه- واما امور الدنیا فیتزحزحون عنها ولا یؤثرون الا بالکراهتہ- ویظهر الله بهم ماصلح من اخلاق الناس وما کان کالدّاء المدفین- فیشابهون مطراً یظهر خواص الارضین- والبلد الطیّب یخرج نباته باذن ربّه والذی خبث لا یخرج الا نکدا کذالک ضرب الله مثلاً للمومنین والفاسقین+

ومن علاماتهم انّک تجدهم کرجلٍ رزین- وعمود رصین- وتاجر هو بدء زحنته وقیل المعاصرین- ویزجّون عیشتهم فی حذل وأنین- ویبیتون لربّهم قائمین وساجدین ویجتنبون حظل الشهوات ویعبدون ربهم حتّٰی یاتیهم یقین- وان السخوت اذا سبّوا واضبوا کالکلاب- وجعلوهم کارض تحت النضباب وجدتهم صابرین+

ومن علاماتهم ان هم یبعثون فی عصرٍ ادجوجن- ووقتٍ قلّ ثماره وشابه الحطب المدرن- وفی زمان اخزنت الناس نعسۃ اردنٌ- وبقی ایمانهم کاهان

مابقى له غصنٌ۔ وفى بُرهة اَختلَتْ صبيانها۔ وما كفلت جوعانها۔ وفى حينٍ ماطل الناسَ الضَّلال ط وقضمت جواميس النفوس ما نَعَمتَ من الاعمال ط ثم هم لايكونون دخن الخلق كالاَرذال۔ بل يكظمون الغيظ ويعفون عمن آذى من الجهال۔ ومع ذلك هم قومٌ شَجِعَةٌ لا يرغبون الى سِلْمٍ لظلمٍ عتى۔ واو كانوا كياهلٍ فى موطن الوغى۔ ويخافون ربهم وعلى التقوىٰ يواظبون ط۔ واذا مسّاهم طائفٌ من الشيطٰن يستغفرون فتنفر ما لاهواء التى جاءت كاوشاب يهجمون وتنزل السكينة ويفر الشيطان الملعون ۞

ومن علاماتهم انهم يعرفون الرهدون۔ والمنافق البهصل الذى يضاهى الجرذون۔ وتجدهم كغيذانٍ فى كلما يزكنون۔ وكمثل هصورٍ بيد انهم لايفترسون۔ وتجد قلوبهم اغنياء ثم يتمسكنون۔ ويرقلون فى سُبُل الله ولا يركلون۔ وترى دموعهم مرمغلّة۔ لا ترقاء۔ ولايميلون الى اونٍ ولا يتبخترون ۞

ومن علاماتهم ان القدر يمشى اليهم على قدم المخاتلة۔ وينبئهم الله بقدره اذا قدّر عليهم نزول البليّة۔ ويختغل اليهم الموت ولاياتى كالحوادث المفاجئة۔ كان الله يخاف ان يهلكهم ويتردد عند تبغّر نفوسهم المطمئنّة ۞

ومن علاماتهم انهم ينصرون ولا يخذلون۔ ولا يحجز هوىً بينهم وبين ربهم ولا يتركون۔ ولايفارقون الحضرة ولو يخرذلون۔ ولايكونون كخرنان ذات نيقةٍ بل يعطون العلم وينوّرون۔ ويرى الله بريقهم وهم لا يرادون وفى الحسنات ينفوقون۔ وتراهم كنباتٍ خضلٍ ولو يكلمون ط يشهد لهم الاثرمان انهم من اولياء الرحمٰن ولو يحسبهم خَطِلٌ انهم مُلحِدُون ط۔ واذا ضاق عليهم امر فالى الله يخفلون۔ ولايتركهم الله كخامل بل يعرفون فى الناس ويبجلون ط۔ ولاتراهم كامّ خنشل بل هم كبب عبقرى يشاهدون ويمشون فى الارض هونا ولا يغنشدون ط

ومن علاماتهم ان خنطولةً من السفهاء يظنون فيهم ظنّ السّوء وهم عند الله يُبرّءُون. لا يغتمون بدءولول ولاهم يحزنون. وبينهم وبين الانبياء خئولة يشربون مما كانوا يشربون. واذا دبكتهم دُبيلة فقاموا والى الله يرجعون. ويزحون ما عندهم لله ولايبخلون يجتنبون دحلة الدنيا ولا يقومون على حفر نها ولا يقربون. وانهم ريابيل الله وفى اجمةِ الغيب يكتمون ليس حصورٌ كمثلهم ولا بازى يَصُئولون على العدا و يمتشقون. وانهم اغصان شجرة القدس فمن حصرهم يكسره الله والذين يحصرونهم فهم فى غتمٍ يضجرون ولا يوذيهم الا من كان احمق من رجلةٍ واخنس من حبّةٍ فانهم قوم يحارب الله لهم ولا تفلح عداهم وان يفدّوا حتّى يرتهشوا فانهم عارضوا الذى لا تخفى منه المجرمون

ومن علاماتهم انهم يلقون علومهم فى قلوب قوم يطلبون ويربونهم كما يزغِلُ الطائر فرخه وعليهم يشفقون. ويحفظونهم مما لا يرصف بهم ويسمعون بنخنٍ صرخهم ولا يغفلون. وانهم رعاة فى الارض اذا رعوا سرحاناً فبشاءهم يتعقون. ولا يتوكلون على انفسهم ويسجلون. ولا يعيشون كسبحللٍ بل تتوالى عليهم الاحزان فهم فيها يذوبون. وتزكّى انفسهم من ربّهم فتتسا تل جذباتهم حتى يبقى الرّوح فقط ويفردون. ثم يرسلون الى الناس فيدعوت الناس الى الصلاح ويحيعلون. ذالك مقام ابدال ن الذين اختاروا سبلاً لا يعتقبون منه ندامةً ولا يتاسّفون

وجازوا شعابًا لا يجوزها المثقلون۔ ولا يموتون الا بعد ان يخلّفوا ازفلة من الذين يرزفون معرفةً ويثقفون۔ ويدعون كل دائق الى عينهم ولا يسئمون۔ فيأتيهم كل من سمع نداءهم الا الذين صمّوا وذحق لسانهم وجُنّ جنانهم فهم لا يتوجّهون وكذالك جرت عادة الكفرة ما سمعوا نداء المرسلين وان كانوا يصلقون۔ ولم ينيقظوا بحسيس ولا بصهصلقٍ حتّى اخذهم العذاب وهم لا يشعرون۔ وجاهد النّبيّون لعل الله يزيل صيفتهم ولعلهم يبصرون۔ فقعدوا كامرأةٍ طالقٍ وعصوا ربّهم واعرضوا كانّهم لا يعلمون۔ وطارت حواسهم كالحُكل وكانوا ذوى حُسَاسٍ وذوى وَنش وكانوا يسبون النبيّين و ينفرون۔ ويرتغون ويلحصون۔ ان الذين آمنوا هم فى الله ويجاهدون ويلومون الارجل مع طفغها ويظنّون انّهم متقاعسون ويوثرون الشدائد لله لعلّهم يُقبلون۔ فيدركهم رحم الله ولا يُبْقون فى ازلٍ من العيش وبالفوز يقفلوْن۔ ويحسبهم زهدُن كزِوَانٍ والخلق بهم يسلمون۔ يبتغون رضا الله ويصرخون كامرأة ماخض ؕ فيُدخلون فى المقبولين۔

ومِن علاماتهم ان الله يكشف عنهم رونة الكروب ويُزحن الفزع عن القلوب ففى كل أنٍ تتهلّل وجوههم ولا ينخوّفون۔ ويعطون اخلاقًا لا يوجد مثلها فى غيرهم وعند المساحنة يعرفون۔ يتواضعون للزير ولو كان احد منهم سادن الدير او وحشيا كالعير وكذالك يفعلون ؞

ومن علاماتهم انهم قوم ما لهم عن ربهم حُنْتَأْلٌ يتاجزون عن الوسادة والأسن عندهم فى سُبُلُ الله زُلَالٌ۔ يبغون

رضا الله والدُّنيا فی اعينهم دَمَالٌ۔ وطالبها بطالٌ۔ اَوْکابی ابراهیم جبالٌ۔ ولهم بترکها قطوف دانية وجزالٌ۔ والدنیا لهم جعالٌ۔ یُجْعِلُ الله بها قدر معیشتهم فلا یمسّهم خبالٌ۔ هذا من ربّهم ولهم منها الخزال والاِذْهَالٌ والی الله ارقالٌ۔ وفی ذکره ارمعلالٌ۔ هم قوم یحسبون ان الدُّنیا زبالٌ۔ وازعال النفس به ضلالٌ۔ وانّها مُدْیٌ یذبح بها وطالبوها سِخَالٌ۔ وَماءها ضَهْلٌ وطعامها اغتيالٌ وسیرتها الاعراض کمُقْسَلَةٍ وصورتها کقحل مايقى فيه جمال۔ واولها اَوْنٌ واٰخرها اقذعلالٌ لاتجد کشلها قرزلاً وانها زقّوم فلا تحسبها قعالا ولذلك سلّ علیها عباد الرحمان سيفا قصّالاً وما اخذوها بیدیهم وما بلغوا امصالاً وَطلقوها بثلث وما شابهوا ممغلا واتمّوا اقولاً وحالاً وما بالوا الطّلا فیما بلغوا ابسالاً۔

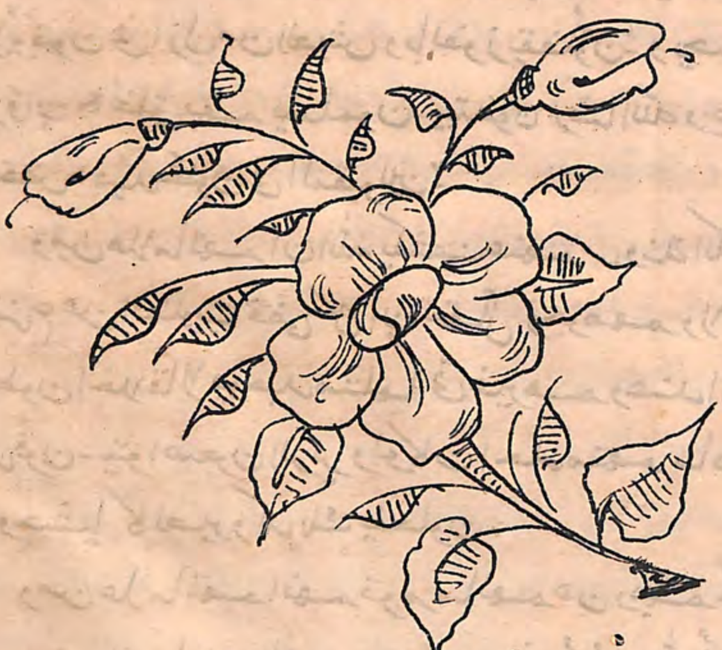

التوديع

صورة الخطاب الوجيز الذى القاه السيد حمدى افندى فى حفلة الوداع التى اقامها الاحمديون فى الكبابير بتاريخ ٢٧ ايلول سنة ١٩٣١ء لتوديع الاستاذ جلال الدين شمس احمدى عند مغادرته فلسطين الى الهند- وهى هذه- (مدير)

عقل خامل، وفكر ذابل، ماكانا اليحركهما عواصف الانوار ولا اعاصير الاجواء، ولاليهزهما زلازل الارض ولاصواعق السماء نبتا فى رأس مجدب قاحل لايمكن له ان يثمر ثمرا او ينبت نباتا حسنا يتخبط فى دياجير ظلمته، لايدرى اى سبيل يسلك ولاای فجاج من فجاج الارض يطرق، وبينما هو على هذه الحال واذ بنور انبثق من افق بنجاب، واعتلى قبة السماء وارسل اشعته الينا فنفذت الى القلوب التى كادت ان تموت فأحيتها، والى الافكار والعقول الخامدة فانعشتها وحركتها، وهكذا كل يوم تخترق حجب الظلمات حجابا حجابا حتى انها لابد وان تاتى على اخرها ان لم يكن عاجلا فآجلا ومن يعش يرى- ومن جملة تلك العقول والافكار التى كان لها نصيب فى ذالك النور فاستضاءت به هو عقلى وفكرى اللذين شرحت لكم حالتهما فى صدر الخطاب فانهما انتعشا بعد روية ذالك النور واهتزا بعد الركود، وتحركا بعد الجمود، وابصرا طريق الهداية والرشاد الموصل الى الراحة والطمانية والسعادة الابدية وانها لمنة كبرى لاستاذنا الفاضل احملها له بين جنبى واحفظها له بين طيات قلبى و يردد ذكرها لسانى الامر الذى يوجب على ان ارد الفضل لذويه والمعروف لاهله وانى لمثلى ان ينال ذالك ولكنى على كل حال عملت بحسب المثل السائر القائل مالم يبلغ كله لايترك بعضه فعليه عالجت قريحتى الجامدة وافكارى الخامدة واستعنت عليهما بما امدنا به استاذنا الفاضل من علاجات ومقويات وقلت القصيدة التى سأتلوها على سامعكم مع انى اعلمها بانها ليست لب اللباب، ولاهى بالشعر المليح المستطاب، بل هى اعراب عمايضمره قلبى تجاه استاذنا الفاضل من المحبة والولاء وما اضمره له من الاخلاص والوفاء، مع علمى بانى لست من خيالة هذا الميدان ادلى دلوى بين الدلاء واتقدم بها اليه راجيا قبولها منى فان اصبت فرمية من غير رام، وان لم اصب فالعفو من شيم

الكرام - وهذه هي القصيدة ـ

دم سائراً فى علوا يها العلم ؛ … وانقذ الشرق ان الشرق منتظم
بلادنا بالوفى كانت مكبلة … وشرقنا كلّه بالوهم يرتطم
تعث فى ارجائه الاشرار لا بسة ؛ … تاج الزعامة والاخيار تنهضم
والدين يشكوا الى الرحمان محنته … من جهل اصحابه ضلوا وما فهموا
نور من الهند وضاء فيو صله ؛ … الينا شهم كى يس ينهزم
يشق بحر الدجى يجلو بمنطقه … غياهب سودا جلال الدين شمس للاوذ خرافات المشائخ ار تقتحم نور القرآن الحقيقى
فهو الذى تعتلى الجوزاء همته … والتقوى زينته والعلم والشيم
وانت لحجته اعداء ملته ؛ … مالت لحكمته افكار والبهم
انت الطبيب المداوى كلّ نازلة … لولا جهادك صرح الدين منهدم
ارواحنا انغمست من فيض حكمتكم … وزيغ احلامنا قد كاد ينصرم
يا كوكب العصر هل بعد يفرقنا … بعد الوصال ويغدو قلبنا شبم
ماكان فى الظن ان تنأى وتتركنا … وتدران الحشا والروح عندكم
عيوننا بالدما تبكى لفرقتكم … وقلبنا بالأسى والنار يضطرم
من للشريعة حصنا بعد غيبتكم … غيث الجديب ناى والفضل والكرم
من للقيادة من للدين يظهرها … ركن السلامة كى تدنو اله الامم
تيالدهر رزايا الناس منعته … والاجوار ارعى ولاله ذمم
لا تجزعوا فشموس الهند طالعة … وبحرانوارها فى الناس منقسم
ابو العطا يقود الجيش مغتنما … باب القلوب بسفر ليس ينفصم
بدر ببدر وانوار مكملة … سر الخلود بها والفوز والحكم

شدو العزائم وانقاد والحكمته
خير الخلائق من بالله يعتصم

القصيدة

الآتية القاها الاستاذ جلال الدين شمس احمدی بحضور خليفة المسيح الثانی ايده الله بنصره العزيز فی حفلة المأدبة التی اقامها طلبة الجامعة الاحمدية والمدرسة الاحمدية تكريما لحضرته عند عودته الى بلاده العزيزة بعد ان قضى نحو سبع سنوات فی البلاد العربية وهی هذه (مدير)

شكرت الله ربی ذا الجلال — حفيظی ناصری فی كل حال
بفضل منه قد وافی وصولی — الى وطن به ماحی الضلال
وانی مفعم بالابتهاج ⁂ — وأجنی اليوم اعذاق الوصال
على قلب بلقياكم طروب — أرانی فوق جوزاء المعالی
لقد نالت عيونی مبتغاها — برؤية من احب بكل بالی
برؤية من اذا الورقاء غنت — بلحن كان كالسحر الحلال
بليل هادئ تاقت عيونی — لرؤيته اشتياقا والوصال ⁂
نظير انت للمهدی حقا — يفوق البدر وجهك فی الجمال
نقی طاهر من كل شين — كريم الطبع موفور الخلال
ذكی صادق روح مزكی — لانك للهدی اوفى المثال
وكل فم يحاول فيك طعنا — تردی وهو كذاب المقال
وعبئ خلافة عبئ عظيم — حملت بكل صبر واحتمال
جبال لو رميت به عليها — ليعلی الوهن راسية الجبال
يبارك منك اقوام وتنجی — اساری القوم طوعی السحال
واسلام تبلغه بعزم ⁂ — اهالی السهل منهم والتلال ⁂
وقد سماك محمود البشيرا — وذا عزم حليما ذو الجلال
وقد اسعدتنی بكريم لطف — فلا أنساه معركس الليالی
بلاد العرب للتبشير فيها — لأهل الشاء منهم والجمال

لقد ارسلتنی بالحق ادعوا وتغمرنی بانواع النوال
فعدت الیوم معترفا بضعفی وتقعبری أمامك ذاالکمال
فمنکم سیدی ارجوا دعاءً وعفواً یحتوینی باشتمال

سلام الله طائفة الشباب علیکم مثل اعداد الرمال
بعزمکم لتبلیغ اردتم مقاما عالیا صعب المنال
فلا یأتیکم وهن وکونوا شباب الاحمدیة کالشبال
غلبنا کل خصم عند حرب قد اصطدناهم مثل الغزال
دحضنا حجة الاعداء دحضا ببرهان کعضب فی الصقال
وانا کالضراغم فی القتال ونزأر فی میادین الجدال
بفضل الله لا نخشی عدوا (القوة) ونسبق جمعهم یوم النزال
وندعوهم کمجهار لبحث وان فروا الظفرنا بابتهال
وألبسنا المسیح سلاح حرب فلا نخشی الهزیمة فی النضال
ونحن الطائرون الی العلاء نشاط لسنا کالناس الکسالی
کماة الاحمدیة کالرماح متقفة کتثقیف العوالی
وارزاء الحوادث من سرور نعاینها وخطبا لا نبالی
ونطلب کل خیر من الله کریم قادر کهف الرجال
غبوقا ان شربنا فی وهاد صبوحا نشربن فوق القلال
فقوموا ایها الاخوان قوموا وارووا الناس بالماء الزلال
واعمار لنا من دون شك معرضة لطول اوزوال

ویفنی کل ذی روح یقینا
ویبقی من تفرد بالکمال

الأفکار

(للسید ابی الحسن الندوی)

خیال قد اتانی بالسهاد
وعینی لا تانس بالرقاد

وافکار تموج کموج بحر
وفور الطبع دوماً فی ازدیاد

فجنبی لا یزال علی فراشی
کجنب لا یزال علی القتاد

تخبر زفرتی بشکاة قلبی
وتعرف حال دمعی من وسادی

حبیبی اعطنی کأساً دهاقا
تزیل بسرعة قذر الفواد

رحیقا کان مختوماً بمسك
وکان مزاجه محض الوداد

له اثر عظیم فی همومی
کتاثیر العواصف فی الرماد

فتخرج نار معنی من عروقی
خروج النار من عرق الزناد

لعل الله یعفو عن ذنوبی
ویهدینی الی امر الرشاد

فیجعل نوره فی کل جسمی
ویوصلنی الی اقصی المراد

کریم مالك بر رؤف
بدیع خالق للخلق هاد

الا یا قوم طبتم حیث کنتم
وعشتم فالقین الی التناد

تکاثرت المفاسد والبلایا
فسدوا بالتقی باب الفساد

عدوکم احاط بکم جمیعاً
ویرصد جمعکم من کل واد

فقوموا وانصروا الاسلام نصراً
وردوا کذب خصم بالسداد

اعدوا ما استطعتم من رباط
ومن حجج کبیض فی الجهاد

سیاتی یوم فتحکم کبرق
وتبلغ صیتکم کل البلاد

الحركة الاحمديه فى الديار العربيه

جهاد الاحمديين وشهادة اعدائهم

تقول جريدة "الفتح" التى تصدر فى القاهرة عن الجماعة الاحمدية:

"نظرت فاذا حركتهم امر مدهش فانهم رفعوا اصواتهم واجروا اقلامهم باللغات المختلفة وأيدوا دعوتهم ببذل المال فى المشرقين والمغربين فى مختلف الاقطار والشعوب ونظموا جمعياتهم وصدقوا الحملة حتى استفحل امرهم وصارت لهم مراكز دعاية فى آسيا واوربا وأمريكا و افريقيه تساوى علما وعملا جمعيات النصارى واما فى التاثير والنجاح فلا مناسبة بينهم وبين النصارى فالقاديانيون اعظم نجاحا لما معهم من حقائق الاسلام وحكمه ...... والذى يرى اعمالهم المدهشة ويقدر الامور حق قدرها لا يملك نفسه من الدهشة والاعجاب بجهاد هذه الفرقة القليلة التى عملت مالم تستطعه مئات الملايين من المسلمين وقد جعلوا جهادهم هذا ونجاحهم اكبر معجزة تدل على صدق ما يزعمون وساعدهم على ذالك موت غيرهم ممن ينتسب الى الاسلام .... أفلا يجب على المسلمين والحال هذه ان يزيلوا عن اذهان اهل اوربا وامريكا تلك العقائد الفاسدة التى يعتقدونها فى دينهم ونبيهم؟ هذا الفرض على امراء المسلمين وعلمائهم واغنيائهم وفقرائهم ايضاً فمن ذا الذى يقوم اليوم بتبديد تلك الاوهام؟ لا احد الا القاديانيون وحدهم، هم الذين يبذلون فى ذالك الاموال والانفس ولو قام المصلحون يصيحون حتى تبح اصواتهم ويكتبون حتى تنكسر اقلامهم ما جمعوا من الاموال والرجال فى جميع الاقطار الاسلامية عشر ما تبذله هذه الشرذمة القليلة"

(٢٠ جمادى الاخرة ١٣٥١ العدد ٢١٥)

ايها القارىء الكريم! هذا بعض ما نشره الشيخ محب الدين الخطيب والفضل ما شهدت به الاعداء، فهل يفتى قلبك ان الاحمديين الرافعين لواء الاسلام فى جميع

الدنيا هم كفار وخارجون عن الدين الاسلامی ؟ واعلم ان شهادات الاعمال اصدق من شهادات الاقوال ثم اذا كان عند مسيحی او يهودی اعتراض علی الاسلام او يريد مسلم ان يعرف حقيقة الحركة الاحمدية فليكتب الينا وما علينا الا البلاغ المبين

(المبشر الاسلامی ۔ ابو العطاء الجالندهری الاحمدی بشارع البرج حيفا ۔ فلسطين)

اَلدُّرُّ الدَّرارِیُ

(لمولانا ابی البركات غلام رسول صاحب راجيكی)

الا لاح امر الله وعدا مؤكدا   له حل موعود وارسل موعدا
امام همام مصلح ومعلم   رسول ومامور وداعٍ الی الهدا
ولاح لاهل العصر طوسا مطهما   واكرمه المولی علوا وسوددا
هو الطوس طوس كامل لامع له   لوامع اسلام اراها وحمدا
له الدور دور السلم دور كماله   له العهد عهد العلم ادری مسهدا
وعلمه العلام علما موسعا   واطلعه علما علی سر ما هدی
ومص علوما ملهما ومكلما   وكلمه المولی واوحی وعنهدا
هو الكاسر الموعود عدل لحكمه   معلم اسرار المسائل للهدا
وصار لصمصام الملاحم كاسرا   واعلا هدی الاسلام مما رأی العدا
سوی السلم كل الملل اهلك كلها   سواطع اعلام اراها موحدا
وحد الصوارم لامراء مكلم   وكلم الكلام احس سلم ممدی
واسرع احساسا كلام مدلل   وها هو صمصام احد مع الهدی
هدی الله للاسلام سر الله الصدی   ومال للاهواء هام مرددا
ودود الهدی دود السلام لمسلم   لعادٍ لا وعده الاله وهددا
وعاد معاد صار للامر كارها   ولاح هدی المولی هم واوكدا
اری الله اعلام السداد مؤسيا   لاكرام مامور هداه واسعدا

وما هو الا للعوالم روحها ... وحل محل الرسل سعداً او مسعدا
كئوس وداد الله مما ءسلمه ... لاعطى واروى كل صادٍ له الصدى
ووالسمح اوى كل صادٍ ووارد ... وواهاً على لاه مداه له الهدا
ارى الحر للاكرام طأطأ راسه ... وكل عدو حاسد رد ماردا
وولا لا رد أكل حر وصالح ... وعاداه كالوطواط عاد والحدا
الا كل حال صار محسود عصره ... وراد له الحساد سوءً ومرصدا
ورام حسود محو امر اراده ... وها هو واسا مصلحا ومسددا
وردوا وصدوا اعم ام لمرامه ... وكدوا ومدوا السراء مكائدا
وصادوا او [illegible] دوا للمصائد كلها ... وهاموا وراموا كل يوم حصائدا
الا كل عاد مارد طالحاً ... وكل عدو رده الله مطردا
ومسّه سوء لمولاه مسلما ... لاكرمه المولى واعلاه سرمدا
وواها لاحرار اطاعوا رسولهم ... وواها على عاد لعاداه ملحدا
هداه الاله الى صراط محمد ... وارسله المولى لاحمر اسودا
واكرامه اكرام طه محمد ... لما صار اكراما لاحمد اوحدا
وكل رسول حامد ومحمد ... لاعلا لواء الحمد لله احمدا
ولما محا اهواء لوداده ... اراحمد اسرار الوصال محمدا
سلامٌ على اهل الوداد وسرهم ... لهم لاح لوح الدهر صرحا ممردا
وامدح محمود الاله مكرما ... واحمدك اللهم حمدا على الهدى
وادعو له كل المرام اراده ... واعطاه مولاه المراد مصمدا

وصلى الاله على الرسول محمد
وآل رسول الله طه واحمدا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجیہ کا ریویو

پگینس آف ہندوراج ملک فضل حسین صاحب کی مقبول عام اردو کتاب "ہندوراج کے منصوبے" کا جب میں نے ریویو کیا تھا۔ تو اس میں میں نے یہہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ اس کتاب کو انگریزی زبان میں ضرور شائع کیا جائے۔ الحمد للہ کہ عاجز کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ اور کتاب انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو گئی ہے۔

انگریزی ترجمہ بلحاظ زبان کے بھی قابل تعریف ہے۔ اور قابل مترجم نے مصنف کے مطالب کو فصیح انگریزی کا جامہ پہنایا ہے۔

نفس مضمون کے متعلق میں پھر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی فی زمانہ سیاسی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ امریکہ میں بھی کثرت سے شائع کرنا نہایت مفید ہو گا۔ ہندوستان کی اسلامی انجمنوں کا فرض ہے۔ کہ اس کتاب کو صدہا کی تعداد میں خرید کر کے یورپ امریکہ اور بالخصوص انگلستان میں کثرت سے تقسیم کریں ؛

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک معرکۃ الآرا مگر نایاب تصنیف
جس کا حجم قریباً تین سو صفحہ اور نام ہے

کتاب البریّہ

جس کی دوبارہ اشاعت کیلئے احباب جماعت سالہا سال سے منتظر اور بے تاب تھے - جو اب بصرف زر کثیر ہ سال کے بعد نہایت اہتمام کیساتھ چھپوائی ہے - اس میں سب سے پہلے حضرت اقدسؑ نے مخالفین سلسلہ کی معاندانہ کارروائیوں کا ذکر فرماتے ہوئے انہیں ناکام و نامراد ثابت کیا ہے - پھر مسیحی معتقدات پر بہت سے ایسے زبردست لاجواب اور لطیف اعتراضات کئے ہیں - کہ جن کا جواب دنیائے مسیحیت کی طرف سے ملنا یقیناً محال ہے - پھر آپ نے اور آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ ثابت کرتے ہوئے اپنے الہامات کی فہرست دی ہے - ازاں بعد اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کا توبہ نامہ ہے - اس کے بعد توہین انبیاء کے متعلق جواب دیا گیا ہے - مشہور عام مقدمہ ہنری مارٹن کلارک کی مفصل کارروائی نقل کی ہے - اور وہ بھی سرکاری کاغذات کی بناء پر جس سے بقول حضرت اقدس معلوم ہو جاتا ہے کہ: "کیونکر خدا تعالےٰ ان لوگوں کو جو اس پر توکل کرتے ہیں - دشمنوں کے بہتانوں اور افتراؤں سے بچا لیتا ہے - اور کیونکر وہ اپنے مخلص بندوں کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے - جن سے ان تمام بہتانوں اور بناوٹوں کی حقیقت کھل جاتی ہے - جو ان کے ہلاک کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں"

اس کتاب میں حضرت اقدس نے اپنے خاندانی حالات کے ساتھ اپنے حالات زندگی اور دعوے مسیحیت کو بدلائل بیان فرمایا ہے - اور وفات مسیح - نزول مسیح موعود - مسیح موعود کے ظہور کی علامات زمانہ کی حالت مسیح موعود کی ضرورت اور خروج دجال وغیرہ مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے - اور ان پر ایسی نادر بحث فرمائی ہے کہ باید و شاید -

باوجود ان ظاہری و معنوی محاسن کے جو دوست جلسہ سالانہ پر اسے خریدینگے انہیں عہ کی بجائے صرف ایک روپیہ میں ہی مل جائے گی ۔

تحفہ گولڑویہ

یہ بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نادر و نایاب تصنیف ہے - جو پہلی بار ۱۹۰۲ء میں دوسری بار ۱۹۱۴ء میں چھپی تھی - اور اب اٹھارہ سال کے بعد تیسری مرتبہ نہایت اہتمام کیا گیا ہے اعلیٰ کاغذ عمدہ لکھائی اور بہترین طباعت کے ساتھ چھپی ہے - اس نادر و لاجواب تصنیف میں بھی حضرت سلطان القلم نے حقائق و معارف کے دریا بہائے ہیں - اور طالبان حق کے لئے نہایت آسان اور عام فہم زبان میں ان تمام ضروری امور کو بیان فرمایا ہے - جو حضور کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھے - چونکہ اس الحاد و ضلالت کے زمانہ میں ایسی کتابوں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیئے - اس لئے ہم نے قیمت بھی بہت کم رکھی ہے - یعنی بڑی تقطیع کے قریباً تین سو صفحہ کی کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) تاکہ دوست آسانی کے ساتھ اسکی زیادہ جلدیں خرید کر دوسروں تک پہنچا سکیں

فتوحات الٰہیہ

مولانا مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کی یہ جدید تصنیف ہے - جسمیں مولانا موصوف نے آریوں اور عیسائیوں کے ان تمام اعتراضوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں - جو آج تک ان کی طرف سے سورہ فاتحہ کے متعلق شائع ہو چکے ہیں - مولوی صاحب موصوف نے سورہ فاتحہ کے اسرار و رموز اور دیگر کمالات پر بھی روشنی ڈالی ہے - اور یہ حقیقت ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے بیان کردہ دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ نے مخالفین کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناطقہ بند کر دیا ہے - باوجود کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ اور حجم ۱۸۰ صفحہ ہونیکے قیمت برائے نام رکھی گئی ہے یعنی صرف چار آنہ (۴ر)

مینیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

پرنٹر نے ضیاء الاسلام پریس، قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا